سلسلہ نمبر ۳۳

غوائل الغضب

(غصّہ کی آفتیں)

ـــــ از افادات ـــــ

حکیم الاُمّت مُجدّد المِلّت حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العُلوم الاِسلامیّہ

کامران بلاک ٭ علامہ اقبال ٹاؤن ٭ لاہور

فون :- ۴۴۸۰۶۰ ـــــ ۵۴۱۴۳۸۶

سلسلۂ تبلیغ ۳۲ — بار اوّل ۳۰۰۰

غوائل الغضب

(غصّہ کی آفتیں)

ازافادات

حکیمُ الامّت مجدّد المِلّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ

حاشیہ

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علّامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون پرانی انارکلی ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک ۴۴۸۰۶۰-۵۴۱۴۳۸۶

صفر المظفر ۱۴۱۶ھ — جولائی ۱۹۹۵ء

یہ وعظ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ تھانہ بھون برمکان مولانا محمد عبداللہ (مرحوم)، بیٹھ کر ارشاد فرمایا، جس کو مولانا محمد مصطفیٰ صاحب (مرحوم) نے قلم بند فرمایا۔ سامعین کی تعداد عورتوں کے علاوہ تقریباً پچاس تھی۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہٰ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولینا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اما بعد۔

چونکہ مستورات کا مجمع ہے اس واسطے ایسی دو ضروری باتوں کا بیان کیا جاتا ہے جس میں مستورات علی العموم مبتلا ہیں۔ وہ دو مرض ہیں، غیبت اور غصہ۔

غیبت کی اصل

اور غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں میں بھی اصل ایک ہی ہے اور دوسرا اسکی فرع[۱]۔ اور وہ اصل غصہ ہے۔ غیبت جب کبھی ہوتی ہے تو کسی ایسی بات کے بعد ہوتی ہے جو خلاف طبع ہو۔ جب وہ بات ناگوار ہوتی ہے تو اس کا ذکر زبان پر آجاتا ہے اگر غصہ نہ آئے یا آدمی بجز اس ناگواری خاطر کو ضبط کر لے تو شکایت کیوں زبان پر آئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شکایت و غیبت غصہ ہی کا نتیجہ ہے۔ اب غصہ کی نسبت سنیے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا پہلوان کس کو کہتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ پہلوان وہ ہے جو کشتی لڑے فرمایا نہیں۔ بڑا پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غصہ کے وقت قابو میں رکھے غصہ میں جوش پیدا ہونا امر طبعی ہے اس میں ملامت[۲] نہیں مگر انسان کو

---

(۱) اسکی شاخ (۲) گناہ

خدائے تعالیٰ نے اختیار بھی دیا ہے اس کو روکنا چاہئے۔ غصہ آنا انسانیت کے خلاف نہیں لیکن اس وقت اس اختیار کو صرف[1] نہ کرنا جو حق تعالیٰ نے ایسے ہی وقت کے واسطے دیا ہے انسانیت کے خلاف ہے۔

درستیٔ اخلاق

غصہ کو بھی حق تعالیٰ نے بہت ہی مصلحتوں سے انسان کی سرشت[2] میں داخل کیا ہے اس سے بہت سے کام نکلتے ہیں لیکن اختیار کو بھی ساتھ ساتھ سرشت میں رکھ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ جس جگہ غصہ کا کام ہو وہاں کام لے اور جو جگہ غصہ کے کام کی نہیں وہاں کام نہ لے یعنی انسان کامل وہ ہے کہ غصہ سے مغلوب نہ ہو۔ اسی کو فرمایا ہے کہ بڑا پہلوان یہ ہے---- اور ایک روایت میں ہے قوی وہ شخص ہے جو غصہ کا مالک ہو۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبان کی بھی اصلاح فرمائی ہے اور نفس کی بھی۔ زبان کی اصلاح جب ہی ہوسکتی ہے کہ نفس کی اصلاح ہوچکی ہو۔ جس شخص کو نفس پر قدرت حاصل ہے اس کی زبان ضرور محفوظ ہوگی تو غصہ کا مالک ہونا نفس کا مالک ہونا بھی ہے اور زبان کا بھی۔

تمام شریعت کا ماحصل[3] اصلاح ہی ہے جس سے آجکل ہم لوگوں کو محض غفلت[4] ہے اول تو مطلق تنبہ[5] ہی نہیں - اور اگر کسی کو دین کا شوق بھی ہو اور کچھ تنبہ بھی ہوا تو بس اتنا کہ مسئلہ مسائل کی کتابیں پڑھ لیں گو عمل نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ کی حالت یہ نہ تھی وہ جتنا علم حاصل کرتے تھے اس سے زیادہ عمل کا خیال رکھتے تھے۔ اور ہم لوگوں میں سے اگر کوئی عمل بھی کرتا ہے تو بڑی دوڑ یہ ہے اور تقویٰ کی انتہا بس یہی ہے کہ نماز پڑھ لی اور روزہ رکھ لیا۔ اور اگر بڑے صاحب

---

(۱) اختیار سے کام نہ لینا (۲) طبیعت (۳) لب لباب (۴) صرف (۵) توجہ

کمال بنے تو فرضوں کے علاوہ نفلیں بھی ادا کرنے لگے۔ اور ایسی بہت سی باتیں جو نماز روزہ ہی کی طرح ضروری ہیں بلکہ بعض وجوہ[1] سے ان سے زیادہ قابل اہتمام کے ہیں ان کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ اور وہ درستی اخلاق ہے۔ یہاں تک نوبت ہو گئی ہے کہ اگر کسی کو اخلاق کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کنزالدقائق[2] ہم نے پڑھی اور قدوری[3] بھی پڑھی ہے اس میں تو یہ کہیں نہیں لکھا۔

سلف[4] کا کمال

خوب یاد رکھئے گا کہ کنزالدقائق اور قدوری پر علم ختم نہیں وہ بھی دین کی کتابیں ہیں اور جو ان دونوں کی اصل اور ماخذ ہے یعنی کتاب و سنت ان میں سب کچھ موجود ہے مگر رواج کچھ ایسا غلط پڑا ہے کہ دین کو منحصر فی الصوم والصلوٰۃ[5] مان لیا گیا ہے۔ حدیثوں میں آپ سب کچھ پڑھتے ہیں۔ مگر عادت کے موافق سوائے چند مسائل روزہ نماز کے اور کسی بات پر نظر نہیں پڑتی۔ دیکھئے میں کتاب ہی کی روایت سناتا ہوں جو آپ نے خدا جانے کتنی دفعہ پڑھی ہوگی۔ روایت کیا ہے ابو وائل نے کہ ہم عروہ بن محمد کے یہاں کسی ضرورت سے گئے تھے۔ عروہ کو کسی بات پر غصہ آیا۔ غصہ کا آنا امر طبعی تھا جس میں ہم بھی ان کے مماثل[6] ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن ان لوگوں کی حالت دیکھئے اور پھر اپنی حالت سے مقابلہ کیجئے۔ غصہ ہم کو بھی آتا ہے مگر بہائم[7] کی طرح ہمیں کچھ یاد نہیں آتا کہ یہ مرض ہیں اور اس کا علاج کیا ہے۔ عوام کو چھوڑ کر میں ان لوگوں کی حالت بیان کرتا ہوں جو سب کچھ پڑھے ہوئے اور جانے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو متقی سمجھتے ہیں اور ان کا خود بھی گمان اپنی طرف اچھا ہے اور ایسے امراض کا علاج

---

(۱) اعتبار (۲) فقہ کی کتاب کا نام ہے (۳) فقہ کی کتاب ہے (۴) پہلے بزرگوں (۵) دین صرف نماز روزے کا نام رکھ لیا (۶) مشابہ (۷) جانوروں

دوسروں کو پڑھاتے اور سکھاتے اور بتاتے ہیں لیکن اپنے آپ کبھی وقت پر نہیں سوجھتا۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے طب پڑھی اور دوائیں ضرورت سے بھی زیادہ جمع کرلیں۔ کوئی دوا ایسی نہیں چھوٹی جو اس کے پاس نہ ہو مگر اتنی کسر ہے کہ استاد سے مطب[1] نہیں کیا جب کوئی مرض پیش آتا ہے تو اس کے لئے نسخہ ترکیب دینا ان کو نہیں آتا۔ اگر غور سے آپ دیکھیں تو اس شخص میں اور ایک عام آدمی میں جس کو علم طب نہیں آتا۔ اور نہ دوائیں اس کے پاس ہیں کچھ فرق نہیں۔ بلکہ اس شخص کی حالت زیادہ افسوس کے قابل ہے کہ اس نے بہت سا وقت صرف کیا اپنے مکان کو دواؤں کے رکھنے میں گھیر دیا بہت سی رقم دوا میں لگادی اور نتیجہ وہی جو اس عامی[2] کو حاصل ہے کام کی چیز تو مطب ہے گو علم تھوڑا ہو دوائیں بھی زیادہ نہ ہوں لیکن وقت پر ان کا استعمال آتا ہو تو مرض کا علاج ہوسکتا ہے۔ اور غرض اصلی حاصل ہوسکتی ہے آج کل کے متقیوں کی حالت یہی ہے کہ دوسروں کو بتانے میں خوب چاق چوبند ہیں اور جب اپنے آپ کو کوئی بات پیش آتی ہے تو کچھ علاج ان کو نہیں سوجھتا۔ یہ صحابہ کرامؓ وسلف میں کمال تھا۔ اسی سے ہماری اور ان کی حالت کا فرق معلوم ہوتا ہے وقت پر علاج کرنے میں کبھی نہیں چوکتے تھے۔

غصہ کا کامل علاج

غرض عروہ کو غصہ آیا لیکن ابووائل کہتے ہیں کہ انہوں نے فوراً پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ میرے باپ نے جناب رسول مقبول ﷺ سے روایت کی ہے۔ کہ الغضب من الشیطان اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ان الشیطان خلق من النار یعنی غصہ شیطان کا اثر ہے اور

(۱) باقاعدہ سیکھا نہیں (۲) عام آدمی

شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے دیکھئے غصہ کے وقت حرارت ہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں چہرہ کیسا سرخ ہوجاتا ہے ہاتھ پیر کانپنے لگتے ہیں یہ سب نار[1] کے ہی فعل ہیں۔ چنانچہ شیطان سے کسی نے پوچھا کہ انسان کے جسم میں تو کہاں رہتا ہے جس وقت انسان خوش ہوتا ہے تو دل میں ہوتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو سر کے اوپر ہوتا ہوں۔

سبحان اللہ طبیب ماہر جاہل سے ہمیشہ اچھا ہوتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا الغضب من الشیطان والشیطن من النار تو اس کا علاج بھی وہ تعلیم فرمایا جو اس کا پورا مقابل ہے یعنی یہ تعلیم فرمایا کہ غصہ کے وقت وضو کرو صرف اعضاء کا دھونا نہیں بتایا۔ اس واسطے کہ صرف نار نہیں بلکہ شیطان کا اثر ہے جو نار سے مخلوق[2] ہے نار کا مقابل پانی اور شیطان کی شیطنت اور کفر کے مقابل عبادت، عبادت تکبر کی ضد ہے اور شیطان کی تمام شیطنت کا خلاصہ کبر ہے تو وہ فعل علاج کے لیے تجویز فرمایا جو نار کا بھی مقابل ہے اور کبر کا بھی مقابل ہے، یعنی عبادت اور وہ فعل وضو ہے۔ صرف اعضاء کے دھونے سے حرارت بے شک کم ہوجاتی مگر عبادت شامل ہونے سے جو تاثیر پانی کی بڑھ گئی وہ سوائے اس طریقے کے اور کسی طرح حاصل نہ ہوتی۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ وضو عبادت ہے۔ اگر عبادت مقصودہ بھی نہ ہو تو لازم[3] عبادت تو ہے ہی۔۔۔ اور لازم شئے میں بھی کچھ نہ کچھ اثر ملزوم کا ہوتا ہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بنفشہ اور نیلوفر اور خطمی اور ملٹھی وغیرہ بھی چند دوائیں ہیں جو طبیبوں کے نسخوں میں اکثر لکھی جاتی ہے۔ مگر انہی دواؤں سے آپ علاج نہیں کرسکتے طبیب کی پھر ضرورت ہے اور طبیب کیا کرتا ہے کہ انہیں دواؤں کو

---

(۱) آگ (۲) پیدا کیا گیا (۳) عبادت کیلئے ضروری تو ہے ہی

ایک خاص ہیئت[1] پر جمع کردیتا ہے اس ترکیب کو علاج میں بڑا دخل ہے تو آپ کو اگر مرض کا علاج کرانا ہو تو دواؤں کو اسی ترکیب سے استعمال کریں اپنی رائے کو دخل نہ دیجئے ورنہ نقصان ہوگا۔ ہم کو ہمارے طبیب روحانی جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقعوں کے لیے وضو سکھایا ہے یہ کام ہاتھ پیر دھونے سے نہیں نکل سکتا جو باقاعدہ مرکب نسخہ سے نکلے تو وضو کو بالخاصہ غصہ کے دور کرنے میں دخل ہے۔

وضو سے قرب الٰہی

اتنی بات قیاس سے بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب وضو عبادت ہے اور عبادت کہتے ہیں تقرب الی اللہ[2] کو جب انسان کو حق تعالیٰ سے قرب ہوگا تو ظاہر ہے کہ شیطان سے بعد ہوگا بلکہ شیطان خود وہاں ٹھہر نہ سکے گا اور اس کو دور ہونا پڑے گا۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست[3]

آدمی جب عبادت کرتا ہے تو جتنا یہ حق تعالیٰ کی طرف چلتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ اس کی طرف کرم فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے۔ من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً ومن تقرب الی ذراعاً تقربت الیہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ. یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو کوئی میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور کوئی میری طرف آہستہ چل کر آتا ہے میں اسکی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ آپ وضو سے ذرا تقرب کریں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا مینہ برس پڑے گا پھر جہاں حق تعالیٰ وہاں کیسا شیطان اور جہاں

(۱) صورت (۲) اللہ کا قرب حاصل کرنا (۳) دشمن کیا کریگا جب دوست (یعنی اللہ) مہربان ہوگا

رحمت کی بارش وہاں کیسی آگ۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

خدا تو خدا شیطان فرشتوں کے سامنے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ دیکھئے بدر کے قصہ میں فلماترا ءت الفئتن نکص علی عقبیہ[1] شیطان کفار کے ساتھ تھا بلکہ جنگ میں شیطان ہی بڑھاوے دیکر کفار کو مقابلہ میں لایا تھا لیکن جب دونوں طرف سے صف بندی ہوئی اور شیطان کی نظر ان فرشتوں پر پڑی جو مسلمانوں کی تائید[2] کے واسطے بھیجے گئے تھے تو نکص علی عقبیہِ الٹے پیروں بھاگا۔ خدا تعالیٰ کا جلال اور عظمت تو بڑی چیز ہے فرشتوں کے سامنے بھی ٹھیرنے کی تاب نہ لاسکا یہاں کوئی طالب علمانہ اشکال یہ نہ کرے کہ شیطان کو کیا خوف پڑا۔ فرشتے اس کا کیا کرتے۔ اسے خدا تعالیٰ نے قیامت تک کی مہلت دی ہے۔ پھر فرشتے اسے مار تھوڑا ہی ڈالتے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ خوف عقلی کے دفعہ کرنے کے لئے یہ دلیل کافی ہے لیکن خوف طبعی اس سے نہیں جاسکتا چاہے کتنی ہی دلیلیں قائم ہوں اس کی مثال یہ ہے کہ جب زمین پر چلتا ہے تو ایک ہاتھ بھر چوڑا راستہ اس کے چلنے کے لیے بہت کافی ہے بلکہ اس سے کم میں بھی چل سکتا ہے لیکن اگر ایک دیوار بہت اونچی بنائی جاوے کہ وہ ہاتھ بھر سے بھی بہت زیادہ چوڑی ہو اور اس پر کوئی چلنا چاہے تو دلیل عقلی اور تجربہ اور مشاہدہ سب ہی کچھ موجود ہے کہ اس پر چلنے میں کوئی خوف نہیں اور گر پڑنے کی کچھ وجہ نہیں مگر خوف طبعی غالب آجائے گا۔ اور دیوار پر چلا نہ جائے گا۔ یہاں ایک مسئلہ اور زبان پر آگیا وہ طالب علموں کے خاص کر کام کا ہے اور میری تقریر سے کچھ زیادہ بے جوڑ بھی نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس بدر کے قصہ سے

---

(۱) پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں وہ الٹے پاؤں بھاگا (بیان القرآن الانفال آیت ۴۸) (۲) حمایت

معلوم ہوا کہ شیطان صاحب کشف ہے کفار نے بلکہ بہت سے صحابہ نے بھی فرشتوں کو نہیں دیکھا اور شیطان نے دیکھ لیا یہی کشف کہلاتا ہے اور باوجود اس کے سب جانتے ہیں کہ شیطان ملعون ہے اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کشف بلا اتباع شریعت شیطانی چیز ہے اور ذرا بھی فضلیت کی چیز نہیں۔

دولت محبت

صلحاء[1] کی بڑی کرامت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں مستغرق رہیں انہیں کشف و کرامت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ کی محبت وہ دولت ہے کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں جس کو یہ حاصل ہو اس کو عالم کی مغیبات[2] کی سیر کی طرف التفات[3] ہوسکتا ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ ایسے پہنچے ہوئے ہیں کہ ادھر آنکھ اٹھائی بمبئی کی سیر کرلی ادھر آنکھ اٹھائی کلکتہ کی سیر کرلی۔ میں کہتا ہوں یہ تو شعبدہ بازی ہے جس کی نظر حق تعالیٰ کی طرف ہو وہ کیا بمبئی دیکھے گا اور کیا کلکتہ ان کا تو یہ قول ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم[4]

حق تعالیٰ کی محبت وہ عزیز چیز ہے کہ جس دل میں ہو وہ دل اپنے ہی کانوں کو اور اپنی ہی آنکھوں کو آشنا کرنا پسند نہیں کرتا کشف و کرامت تو بہت سے طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے مگر یہ دولت کشف و کرامت سے بھی حاصل نہیں ہوتی خیر یہ مضمون تو بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ بیان یہ ہو رہا تھا کہ وضو سے خدا تعالیٰ کا قرب ہوجاتا ہے اور خدا کے قرب سے شیطان ٹھہر نہیں سکتا جبکہ فرشتوں

---

(۱) نیک لوگوں (۲) پوشیدہ عالم (۳) توجہ (۴) غیرت تیرے چہرے پر نظر ڈالنے سے مانع ہے۔ کان بھی غیرت کیوجہ سے تیری بات سننے سے قاصر ہیں

کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ حاصل یہ کہ وضوء کو غصہ کے فرو کرنے[1] میں بڑا دخل ہے اور شیطان جو باعث[2] ہے غصہ کا وہ وضو سے بھاگتا ہے یہ ایک بہت مجرب[3] علاج ہے مگر اسی وقت کہ جب ہمیں غصہ کے وقت یاد بھی رہے کہ اس کا علاج وضو ہے لیکن ہم تو غصہ میں بالکل مغلوب ہوجاتے ہیں اور اگر کوئی یاد بھی دلائے تو ہمیں سنائی نہیں دیتا۔

اہلِ عرب کا ایمان

اور بعض اوقات ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ وضو کرنے سے بھی غصہ فرو نہیں ہوتا اسکی وجہ صرف ضعف ایمان ہے ورنہ ہم نے عرب میں بدویوں کو دیکھا ہے حالانکہ وہ بالکل جاہل لوگ ہیں نہ خود علم ہے نہ علماء کی صحبت ان کو نصیب ہے مگر اللہ اکبر، حق تعالیٰ نے کیسا ایمان ان لوگوں کے دلوں میں رکھا ہے کہ دو بدوؤں میں لڑائی ہو ہوجاوے اور تلوار چلنے کی نوبت آجائے اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں اس حال میں کوئی تیسرا شخص کہہ دے یا شیخ صل علی النبی ﷺ تو بس لڑائی رہے نہ جھگڑا۔ اور ان کا غصہ اور حرارت ایک دم فنا[4] ہوجاتی ہے اس کے مقابلہ میں یہاں دیکھئے کسی کے سامنے غصہ کی حالت میں کہتے ہیں کہ میاں! اللہ میاں کا نام لے مگر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ دونوں بدو اس لفظ کو سن کر ممکن نہیں کہ سوائے درود شریف کے اور کوئی جواب دیں اور جہاں درود شریف انہوں نے پڑھا اور ان کا جوش کافور[5] ہوا۔

اس قصہ کے سننے کے بعد ہمارا منہ ہے کہ عرب کو کچھ بھی کہہ سکیں ان کے رگ و ریشہ میں اللہ و رسول ﷺ کی محبت پلائی ہوئی ہے ذرا سا نام لیا اسی کی طرف ان کا دل کھنچ گیا۔ غصہ اور موجب غصہ[6] سب فراموش ہوگیا (ذرا سا کہنا

---

(۱) دور (۲) سبب (۳) آزمایا ہوا (۴) معدوم (۵) ختم (۶) جو بات غصہ کا سبب بنی تھی

صرف لفظ کے چھوٹے ہونے کے اعتبار سے ہے ورنہ اور کون سانام بڑا ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا نام خدا کے نام کے بعد ہے۔ کمال ایمان کے یہ آثار ہوتے ہیں ہم لوگوں میں ایمان کا نام ہی نام ہے اسی واسطے غصہ کی حالت میں خود تو سوچنا کیسا کسی کے یاد دلانے سے بھی یاد نہیں آتا۔

مہربان طبیب

اور اگر کسی طرح خیال آبھی جاوے تو بعض جگہ وضو سے بھی غصہ فرو نہیں ہوتا۔ یہ میں نے اس واسطے بیان کردیا کہ اگر کسی کو اتفاق ہو کہ وضو سے بھی غصہ نہ جاوے تو یہ نہ سمجھے کہ علاج غیر مجرب ہے۔ بلکہ اپنا فساد طبیعت سمجھے جیسا کہ گلاب اور کیوڑے سے گنواروں کی بے ہوشی کا علاج نہیں ہوتا۔ نہ اس وجہ سے کہ ان میں خاصیت ازالہ[1] بے ہوشی کی نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ان کی طبیعت گندی طبیعت ہے پاکیزہ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ گندہ علاج چاہتی ہے ان کو مٹی کا تیل اور پیاز اور لہسن سونگھایا جائے۔ غرض ہم کو جناب رسول اللہ ﷺ نے غصہ کا یہ علاج سکھایا کہ وضو کرلیں اور اسی پر بس نہیں کیا۔ ایک اور علاج بھی سکھایا ہے اور یہ صرف حضور ﷺ کی شفقت ہے ورنہ کچھ ضروری نہ تھا کہ متعدد علاج سکھائیں اس کی مثال بالکل اس مہربان طبیب کی سی ہے جس کا دل بیمار کو دیکھ کر دکھتا ہو اور ایک علاج بتلادے اور پھر اس وجہ سے کہ شاید اس سے نہ ہوسکے دوسرا اور تیسرا متعدد علاج بتادیئے کہ کسی طرح اسکی جان بچ جاوے۔

غصہ کا دوسرا علاج

فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ اذا غضب احد کم فلیجلس یعنی جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر اس سے نہ جائے تو

---

(١) بے ہوشی دور کرنیکی

لیٹ جائے یقین کامل ہے کہ اس سے آگے کسی تدبیر کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس میں اہل لطائف نے ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ غصہ کے فرو[۱] کرنے میں لیٹنے اور بیٹھنے کو کیا دخل ہے وہ یہ ہے کہ جب آدمی کھڑا ہوتا ہے تو زمین سے اس کے جسم کو بعد ہوتا ہے اور بیٹھنے میں بہ نسبت زمین سے قرب ہوجاتا ہے۔ اور لیٹنے میں اس سے بھی زیادہ زمین سے مل جاتا ہے اور زمین کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انکسار[۲] رکھا ہے وہ انکسار آدمی پر بھی اثر کر جاتا ہے اور انکسار تکبر اور غضب کی ضد ہے۔ تو گویا یہ علاج بالضد ہوا اور یہی اصل الاصول[۳] علاج کا ہے اور فطری طور پر بھی یہ علاج واقعی علاج ہے تجربہ سے دیکھا جاتا ہے کہ غصہ میں بے اختیار یہ جی چاہتا ہے کہ ایسی ہئیت[۴] بنائے کہ مارنا کوٹنا پکڑنا وغیرہ آسان ہوجائے مثلاً اگر لیٹے ہوئے آدمی کو غصہ آئے تو بے اختیار اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ غصہ ہو تو کھڑا ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ لیٹا ہوا آدمی دوسرے کو مارنا پیٹنا ایسا نہیں کرسکتا جیسا کہ بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا کرسکتا ہے تو غصہ کا مقتضائے[۵] طبعی یہی ہوا کہ آدمی لیٹا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو کھڑا ہوجائے تو بیٹھنے کو غصہ کی اصلی ہیئت سے کچھ بعد[۶] اور لیٹنے کو بہت زیادہ بعد ہے تو یہ تعلیم عین فطری تعلیم ہوئی کہ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔

غصہ کا تیسرا علاج

اور ایک علاج تیسرا اور ہے۔ سبحان اللہ! شارع علیہ اسلام نے اخلاق کی کس قدر اصلاح فرمائی ہے ہر ہر مرض کے متعدد علاج بتادیئے ہیں۔ اور جیسا کہ اس سے شفقت ثابت ہوتی ہے ایسی ہی یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اخلاق کی درستی اعمال ظاہرہ سے بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ متعدد تدبیریں اسی کام کے لیے

---

(۱) دور (۲) عاجزی (۳) اور یہی علاج کرنے کا قاعدہ ہے (۴) شکل (۵) طبیعت کا تقاضا (۶) دوری

کی جاتی ہیں جس کی ضرورت زیادہ ہو جس مکان میں معمولی اسباب[1]
ہوتا ہے۔ اس میں ایک تالا ڈال دیا کرتے ہیں اور جس میں کچھ قیمتی اسباب ہوتا ہے اس میں خوب مضبوط تالا بلکہ متعدد تالے ڈالتے ہیں اور جس میں خزانہ ہوتا ہے اس میں کئی کئی قسم کے تالے ڈالتے ہیں اور مزید اعتبار کے لئے پہرا بھی رکھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ خزانہ کی حفاظت اور اسباب سے زیادہ ضروری ہے اور خزانہ دوسرے تمام سامان سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ شارع علیہ اسلام نے جن امراض کی کئی کئی تدبیریں بتائی ہیں وہ امراض ایسے نہیں ہیں جن کو سرسری نظر سے دیکھا جاوے بلکہ وہ امراض سخت امراض ہیں اور ان سے بچنے کی کچھ زیادہ ہی ضرورت ہے جب تو ایک تدبیر پر اکتفا نہیں کیا گیا۔

مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کی بڑی توجہ اگر ہوئی تو صرف اعمال ظاہری کی طرف اور یہی بڑی معراج ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھ لیا کریں اور رمضان میں روزے رکھ لیا کریں۔ نماز روزہ واقعی رکن ایمان ہیں لیکن یہ بھی بلا شک وشبہ سمجھ لیجئے کہ درستئ اخلاق من وجہ[2] ان سے بھی زیادہ ضروری اجزاء ہیں کیونکہ اخلاق، اعمال کے لیے بمنزلہ اصول[3] کے ہیں فروع[4] کے لئے درخت میں سے دوچار شاخوں کا بھی کٹ جانا اتنا اثر نہیں رکھتا جتنا کہ جڑ کے ایک ریشہ کا کٹ جانا رکھتا ہے۔

خیر! وہ علاج ثالث[5] یہ ہے جس کو روایت کیا ہے حضرت معاذؓ نے کہا دو شخصوں میں جھگڑا ہوا یہ دونوں صحابی تھے بشریت سے کوئی خالی نہیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے سامنے دونوں کو غصہ آگیا یہ ظاہراً سوادبی[6] ضرور ہے مگر حق تعالیٰ کو ہمارے لیے ایک تعلیم پہنچانی تھی کہ وہ بلا اس غصہ کے نہ ہوتی دونوں

---

(۱) سامان (۲) ایک اعتبار سے (۳) بمنزل جڑ (۴) بمنزل شاخوں (۵) تیسرا (۶) بے ادبی

کو غصہ آیا۔ اور خوب جھگڑا ہوا۔ دونوں میں سے کوئی خاموش نہ ہوتا تھی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انی اعلم کلمۃ لو قالھا لذھب عنہ مایجد یعنی میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا اس کو پڑھ لے تو ابھی غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ اعوذ باللہ[1] ہے۔

غصہ کی طلاق

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ ایسے وقت میں فرمایا کہ جب دونوں بے قابو تھے معلوم ہوا کہ غصہ میں بے بس ہو جانا عذر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انسان مکلف[2] ہے کہ اپنے قابو میں رہے اور اس کا علاج کرے بعض جاہل تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دیدیتے ہیں اور اس کو طلاق نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ ہم نے تو غصہ میں کہہ دیا تھا۔

صاحبو! یہ مسئلہ خوب کان کھول کر سن لیجئے کہ غصہ تو غصہ طلاق ہنسی سے بھی ہوجاتی ہے اس میں نص[3] موجود ہے۔ ثلث جدھن جد و ھزلھن جد۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں ہنسی اور بے ہنسی سب کا ایک حکم ہے ان میں سے ایک طلاق بھی ہے کوئی ہنسی میں بلاارادہ اپنی عورت سے کہہ دے کہ میں نے طلاق دی تو طلاق ہوجاتی ہے۔ ایک دفعہ یا دو دفعہ دی تو رجعی ہوتی ہے یعنی اس سے عدت کے اندر رجوع کرنا ممکن ہے جبکہ وہ مدخول[4] بہا ہو۔ رجوع کرنے سے نکاح بدستور رہے گا۔ اور اگر تین دفعہ کہدیا تو مغلظ طلاق[5] ہوگئی۔ اب کوئی صورت اس نکاح کے لوٹنے کی نہیں رہی۔ گھر گھرستی کا خاتمہ ہوگیا۔ یہی حکم ہنسی کا ہے اور یہی حکم غصہ کا۔

---

(۱) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (۲) پابند (۳) حکم شرعی (۴) ازدواجی تعلق اس سے قائم ہوچکا ہو (۵) پختہ طلاق کہ اب نہ رجوع ہوسکتا ہے نہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ

بیبیاں (عورتیں) بھی اس حکم کو اچھی طرح سن لیں یہ بھی عام مرض ہے کہ عورتوں میں مزاج شناسی بہت کم ہے بسا اوقات مرد ناخوش ہوتا ہے اور بیویاں اس کو جواب دیئے جاتی ہیں بات کو دباتی نہیں بلکہ بڑھائے جاتی ہیں حتی کہ اس وقت وہ غصہ میں طلاق دے بیٹھتا ہے۔

ایسے واقعات بہت ہوئے ہیں کہ بعد میں دونوں پچھتائے اور صرف ان کے گھر کو نہیں بلکہ دو خاندانوں کو آگ لگ گئی۔ اور بعض عورتیں تو ایسی بے ہودہ ہوتی ہیں کہ کھڑے بیٹھے مرد سے کہتی ہیں کہ طلاق دیدے بس اور کیا کریگا۔ عورتیں اور مرد سب یاد رکھیں کہ طلاق کا لفظ ہی زبان پر نہ آنے دیں ہنسی میں ہو یا غصہ میں۔ یہ لفظ ایسا کام دیتا ہے جیسے بھری ہوئی بندوق کے گھوڑے کی کپل دبادی کہ ہنسی میں دباؤ جب گولی لگ جائے گی اور غصہ میں دباؤ جب گولی لگ جائیگی غصہ میں بے قابو ہوجانے کو شریعت یا کوئی قانون عذر قرار نہیں دیتا۔ اپنے غصہ کو قابو میں رکھئے اور وہ تدبیریں پہلے سے معلوم کرلیجئے جو اس وقت شارع علیہ السلام نے تعلیمیں دیں وہ عبث[1] نہیں دیں آپ ہی کے کام کی چیزیں سکھائی ہیں۔

ابوالہوسی

آجکل لوگوں کو ریاضت اور مجاہدہ کا بہت شوق ہے مگر انہیں نہیں معلوم کہ مجاہدہ کسے کہتے ہیں مجاہدہ صرف یہ نہیں ہے کہ آنکھ ناک کو معطل[2] کرکے خلوت میں بیٹھ جائے بلکہ مجاہدہ کی حقیقت ہے مخالفت نفس نفس کی ہر وقت نگرانی رکھنا چاہیئے جس بات میں نفس کو لذت حاصل ہو اس کو ایک دم نہ کر ڈالے۔ بلکہ یہ سوچے کہ اسکو شریعت نے جائز رکھا ہے یا نہیں اگر جائز رکھا ہو تو خیر ورنہ اس

---

(۱) بیکار (۲) بیکار

سے بہ تکلف رکے اور ہمت سے کام لے اس میں ابتداً کچھ تنگی دقتیں ضرور پیش آئیں گی۔ مگر اہل ہمت کا کام یہی ہے کہ اثناء راہ[۱] کے عوائق سے نہ ڈریں اور مقصود پر نظر کیے ہوئے چلے جائیں۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے

بسیار سفر باید تا پختہ شود جامے[۲]

یہی کلفتیں[۳] ہیں جن کی نسبت حق تعالیٰ کا وعدہ ہے "فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً"[۴] اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا. و ان اللہ لمع المحسنین[۵]. انتہاءً سہولت ہوجاتی ہے مگر ابتداءً دقت سے خالی نہیں انہیں دقتوں سے بچنے کے لیے کم ہمت لوگوں نے مجاہدہ میں دو تصرف[۶] کیے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو منحصر مان لیا خلوت گزینی[۷] میں۔ دوسرے یہ کہ اس کو اپنے ذمہ میں نہیں رکھا۔ کسی بزرگ سے ہاتھ جا ملایا اور اپنا سارا بوجھ ان پر لاد دیا۔ باقی جو بات کرنے کی ہے اس کا ذکر بھی نہیں۔ بزرگوں سے فرمائش کی جاتی ہے کہ ایسی توجہ دیجئے کہ ہماری نماز قضا نہ ہوا کرے مگر خود ہمت نہیں کرتے۔ پیر صاحب کے بھروسہ بیٹھے ہیں۔ بعض کو تو یہ سنا کہ نماز بالقصد قضا کرتے ہیں اور پیر صاحب سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ میں کچھ تصرف[۸] ہو تو پڑھوا لیجئے۔

تعجب ہے کہ جب مریض ہوتے ہیں تو اس انتظار میں نہیں رہتے کہ طبیب خود آ کر نسخہ لکھے اور دوا پلا دے اور اس سے یہ نہیں کہتے کہ تم میں کچھ زور

---

(۱) راستہ کی درمیانی مشکلات سے نہ ڈریں (۲) صوفی (۳) مشقتیں (۴) سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے (الانشراح آیت ۵،۶) (۵) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنا راستہ ضرور دکھائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے (العنکبوت آیت ۶۹) (۶) تبدیلیاں کیں (۷) تنہا رہنے میں (۸) ہمیں تبدیل کرنے کی طاقت

ہے تو ہمارا علاج کر لیجئے وہاں جا کر تو خود طبیب کے سو نخرے اٹھاتے ہیں اور اگر نخروں کے بعد بھی وہ نسخہ لکھدیں تو ان کے ممنون ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مرض جسمانی سے ہراس ہے اور امراض روحانی سے ہراس نہیں۔ یہ صرف ٹالنے کی باتیں ہیں کہ پیر صاحب کے اوپر سارا بوجھ رکھا جاتا ہے اگر ان کی توجہ ایسی کافی ہوتی تو وہ نماز ہی کیوں پڑھواتے بدوں نماز ہی آپ کو جنت میں بھیج دیتے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ "لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کچھ سینہ میں سے عنایت کیجئے کیا سینہ کوئی جھولی ہے؟ کہ ہاتھ ڈالیں اور نکال کر دیدیا کریں۔"

ایک شخص نے بمبئی میں حضرت سے درخواست کی کہ دعا کر دیجئے کہ مجھے بھی حج نصیب ہو وہ شخص متمول تھا مگر جانے میں سستی کرتا تھا فرمایا ہاں ایک شرط ہے کہ جس روز جہاز کے چلنے کا دن ہو مجھے اپنے اوپر پورا اختیار دیدو اس نے پوچھا کہ اس سے کیا ہو گا۔ فرمایا جس روز جہاز جانے لگے گا تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز پر بٹھادوں گا جو میں کہوں وہ کرو اور دعا بھی کرونگا حج ہو جائے گا۔ ہر کام کے لیے کچھ قواعد مقرر ہیں کہ ان قواعد پر چلنے سے وہ کام ہوا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کی قدرت دوسری چیز ہے۔ عادت یہ ہے کہ ان قواعد کے ذریعہ سے کام ہوتا ہے۔ واتوا البیوت من ابوابھا[1] خود قرآن مجید میں موجود ہے گھر میں داخل ہونا ہر طرف سے ممکن ہے۔ مگر اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ متعارف[2] راستہ سے گھر میں آؤ۔ اسی سے علماء کہتے ہیں کہ ہر کام کو اس کے صحیح طریق سے کرنا چاہئے اور یہ صرف بوالہوسی ہے کہ اس کے ذریعہ کو اختیار نہ کیا جائے اور کام ہو جانے کی تمنا کی جائے خود ذرا سا بھی نفس پر بار نہ ڈالو اور پیر صاحب کے بھروسہ بیٹھے رہو کہ وہی نماز پڑھوادیں اور وہی

(۱) اور گھروں میں ان کے دروازہ سے آؤ (البقرہ آیت ۱۸۹) (۲) عام راستہ

تمام امراض کو دور کردیں یہ ان کے حوصلے ہیں جو مرد کہلاتے ہیں۔

تعویذ کا غلط مصرف

اور عورتوں کی حالت جو کہ جاہل اور دین سے ناواقف ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا۔ جو عورتیں دیندار کہلاتی ہیں اور کچھ علم والی بھی سمجھی جاتی ہیں ان کی فرمائش مشائخ سے یہ ہوتی ہے کہ ویسے تو غیبت ہم سے نہیں چھوٹتی اور غصہ ہمارے قابو میں نہیں آتا کوئی وظیفہ بتادیجئے جس سے یہ دونوں باتیں چھوٹ جائیں اور اس طریق سے چھوڑنا نہیں چاہتیں جو اس کے لئے مقرر ہے جس کی تعلیم حدیث میں آچکی ہو۔ کوئی بی بی کہتی ہے کہ ہم کو نیک بخت بنانے کے لیے ایک تعویذ دیدیجئے میں کہتا ہوں کہ جب تعویذ میں یہ اثر ہے کہ اس سے ہر کام ہوسکتا ہے۔ تو بس علماء کی اور کتابوں کی کیا ضرورت ہے بلکہ دنیا میں کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک تعویذ لکھوالو جس سے پیٹ بھر جایا کرے اور ایک ایسا لکھوالو جس سے بال بچے ہوجایا کریں۔ اور ایک وہ جس سے نیک بخت بن جاؤ۔

بس علماء کو اور کتابوں کو بالائے طاق رکھو اور دنیا کے سارے دھندے چھوڑ دو۔ سب کام تعویذوں سے ہوجایا کریں گے۔ میں کہتا ہوں۔ حاشا وکلا[1] تعویذ میں اگر اثر ہے تو صرف اتنا کہ جسمانی بیماری جاتی رہے۔ درد سر۔ بخار وغیرہ کو نفع ہوجائے جیسے اور علاج ہیں ویسے ہی یہ بھی ایک علاج ہے۔ رہے احکام شرعیہ تو ان کا تو مکلف[2] ہی حق تعالیٰ نے اس واسطے کیاہے کہ اپنے اختیار سے کرکے دکھاؤ کسی دوا یا تعویذ سے اعمال شرعی نہیں ہوتے اپنے ارادہ اور ہمت سے ہوتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ تعویذ لکھنے والوں نے ہی خرابی ڈالی ہے اپنے کھانے کمانے کیوجہ سے کسی حاجت والے کو جواب دینا جانتے ہی نہیں۔ سر میں درد ہو تعویذ لکھ

---

(۱) کلمہ تہدید ہے (ہرگز نہیں) (۲) پابند

دیں کسی کو معاش کی تنگی ہو اس کے لیے لکھ دیں کسی کا بیٹا کھویا گیا ہو اس کے واسطے تعویذ لکھ دیں کسی کو دور کا حال معلوم کرنا ہو تو اس کو تعویذ لکھدیں۔ تعویذ کیا کہ ایک غیب کی کنجی ہے اور یہ کام چل پڑتا ہے اس واسطے کہ بیس کاموں کے لیے تعویذ لکھا اور دس ان میں سے اور اسباب(۱) سے ہو ہی جاتے ہیں اس سے لوگوں کو خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ واقعی ان کے تعویذ میں بڑا اثر ہے۔ حالانکہ وہ کام ہونے والے تھے ہی، یہاں تک کہ بعض تعویذ لکھنے والوں کو دیکھا کہ کاغذ میں کچھ لکھتے بھی نہیں آنکھ بچا کر سادہ کاغذ موڑا اور دیدیا اور جو کام ہونے والا ہے وہ اس صورت میں بھی ہوی ہی جاتا ہے۔ ان تعویذ لکھنے والوں نے لوگوں کو اس کا عادی بنادیا ہے خیر وجہ جو کچھ بھی ہو۔ عورتوں کی بڑی ہمت فی زمانہ یہی ہے کہ کوئی تعویذ حاصل کرلیں یا کوئی وظیفہ پڑھ لیں۔ وظیفہ پڑھنے میں عورتیں بہت پکی ہیں اور مردوں کو ہمت بھی بس اتنی ہے کہ اپنے سارے کام پیر صاحب کے حوالہ کردیں ان کی توجہ و دعا سے ہی چاہتے ہیں کہ سب کچھ ہوجائے۔

تاثیرِ دعاء

دعا بے شک بڑی چیز ہے لیکن یاد رکھو امور اختیاریہ میں۔ تاثیر دعا کی اتنی ہی ہے کہ وہ اسباب جو دعا سے پہلے ہوں ان میں برکت ہوتی ہے اور ان اسباب کے جو کچھ مفاسد(۲) ہوں ان سے آدمی محفوظ رہتا ہے دعا کا خاصہ ہے کہ اگر اسباب ضعیف(۳) بھی ہوں تو ان کو قوی کردیتی ہے تو اس کا طریقہ یہی ہوا کہ اس کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی کرو اور خالی تدبیر پر اسلیے اکتفا(۴) مت کرو کہ اس پر انسان کو اعتماد ہوجاتا ہے۔

(۱) وجہ (۲) نقصانات (۳) کمزور (۴) انحصار

مفسدہ[۱] تدبیر

چنانچہ غور کر کے دیکھو جتنے تدبیر کرنے والے ہیں ان کو اپنی تدبیر پر بڑا اعتماد ہوتا ہے اور اسی اعتماد سے حق تعالیٰ سے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ تدبیر کا بڑا مفسدہ ہے اس واسطے کسی بزرگ کی دعاء کو اپنے کاروبار میں شامل رکھو ان کی دعا سے وہ اسباب موجب ثمرہ[۲] ہوں گے اور اس کے مفسدہ سے بچے رہو گے۔ اس کو خوب سمجھ لو یہ وہ کام میں نے بتیا جو اہل دنیا کو اہل اللہ سے لینا چاہیۓ اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اہل اللہ اسی کام کے لیے موضوع[۳] ہیں اور تم کو اس کے سواء ان سے کچھ کام نہ لینا چاہیۓ اصل کام جو ان سے لینا ہے وہ اور ہی ہے جو مقصوداً حق تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ تہذیب اور تکمیل نفس[۴] ہے یہ ان سے ضرور حاصل کرو اگر اس کے ساتھ دنیا میں بھی اسی طرح مدد لوگے جو میں نے بتایا تو کچھ حرج نہیں لیکن صرف دنیا ہی کا کام ان سے لینا گو وہ اسی طرح ہو جس طرح کہ میں نے بتایا وہ بھی ایسا ہے جیسے کہ ایک شخص اشرفیاں تقسیم کر رہا ہو اور تم اس سے ایک کوڑی[۵] مانگو۔ جب وہ اشرفیاں بانٹ رہا ہے تو کوڑی کا دینا اس کے نزدیک کوئی بات نہیں بلکہ اور سہل ہے لیکن تمہاری حالت قابل افسوس ہوگی کہ اشرفی کی قدر نہ کی۔ اور کوڑی کا حوصلہ کیا اہل اللہ سے قرب الی اللہ حاصل کرو وظیفہ اور تعویذ کو منتہائے ہمت[۶] نہ قرار دو نہ پیر سے ہاتھ ملا کر بے فکر ہو کر بیٹھ جاؤ ہاتھ ملانے سے یہ غرض رکھو کہ وہ تم کو وصول الی اللہ[۷] کے طریقہ بتائیں اور مہمات امور دینیہ[۸] میں تمہارے مددگار رہیں۔ یہ ان کا کام ہے اور ان طریقوں پر عمل کرنا تمہارا کام ہے، جیسا کہ کسی سررشتہ[۹] میں نوکری کرنے کیلیے وسائل

---

(۱) نقصان (۲) بار آور (۳) بنائے گئے (۴) نفس کو مکمل سنوارنا (۵) پیسہ بھی چھوٹا سکہ ہوتا ہے جواب نہیں ہوتا (۶) ہمت کی آخری منزل (۷) اللہ تک پہنچنے کے طریقے (۸) دین کے اہم کاموں (۹) سرکاری دفتر میں

کو تلاش کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ نہیں ہوتی کہ بلا محنت تنخواہ مل جایا کرے۔ بلکہ صرف وسائل کا یہ اثر مانا جاتا ہے کہ نوکری مل جاوے پھر کام کرنا اور تنخواہ لینا اپنا کام ہے۔ پیر صاحب سے بیعت کرو تاکہ تم کو حق تعالیٰ کے دربار میں رسائی ہوجاوے اور کام مل جائے، پھر کام کرو اور ترقی کرتے چلے جاؤ۔ وہاں پیر صاحب ہر وقت آپ کی امداد اتنی کریں گے کہ سررشتہ میں کوئی نہیں کرسکتا۔ رہا یہ کہ ان سے ہاتھ ملا کر آپ تکلیفات[1] شرعی سے فارغ ہوجائیں سو یہ غلطی ہے اور نفس کا مغالطہ ہے جس سے وہ کام سے روک دینا چاہتا ہے۔ محنت کرو۔ نہ اپنا کام دوسرے پر ٹالو نہ بے قاعدہ محنت کرو۔ صرف آنکھ کان کو معطل[2] کرنے کا نام مجاہدہ نہ رکھو۔ مجاہدہ یہ ہے کہ ہر وقت اپنے حالات میں غور کرتے رہو جو بات اہل اللہ سے سنی ہو اس پر عمل در آمد رکھو اور وقت پر اس سے کام لو۔ صرف سننے یا پڑھنے پر کفایت نہ کرو جب کوئی طب کی کتاب پڑھتا ہے تو اس سے حاصل یہی نکلنا چاہئے کہ جب مرض پیش آئے علاج کرسکے اور اگر علاج نہ کرسکا تو خواندہ[3] ناخواندہ برابر ہے صحابہ کرامؓ کی یہی حالت تھی کہ جتنا سنتے تھے اس کے کار بند ہوتے تھے اور اپنے امراض کا علاج وقت پر ضرور کرتے تھے۔ گویا طب سے کام لینے والے یہی لوگ تھے اور جاننے کو ہم بھی سب کچھ جانتے ہیں وہ علوم اب تک باقی ہیں ہاں عاملوں (عمل کرنے والے) کی کمی ہے۔

علماء کا احسان

غرض غصہ کے علاج اسی واسطے بتائے گئے ہیں کہ عین غصہ کی حالت میں کام دیں۔ ان کو یاد رکھئے اور غصہ کے وقت ان کو استعمال کیجئے۔ غصہ سے مغلوب ہوجانا عذر نہیں ہے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو غصہ کی حالت

---

(۱) شرعی طور پر جو کام آدمی کے ذمہ ہیں (۲) بیکار (۳) پڑھا بے پڑھا

میں علاج کی تعلیم فرمائی۔ یہ تین علاج حدیث میں آئے ہیں۔ علماء امت نے غصہ کے چند علاج اور بھی لکھے ہیں اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ علماء کی ایجاد ہے اور دین میں کچھ کمی تھی جس کو انہوں نے پورا کیا بلکہ اس کو دین کے ساتھ تفصیل[۱] اور اجمال یامتن اور شرح کی نسبت ہے، شارح[۲] فن کا موجد نہیں ہوتا۔ ہاں موضح[۳] ہوجاتا ہے۔ دین میں ترمیم اور ایجاد کا کسی کو منصب[۴] نہیں اور توضیح کے واسطے حق تعالیٰ نے علماء کو پیدا ہی کیا ہے۔ ہم لوگوں کی آسانی کے واسطے قواعد شرع سے وہ باتیں مستنبط[۵] کرکے لکھدیں کہ ہماری نظر ان تک نہ پہنچتی یا پہنچتی تو بہت محنت کے بعد، یہ علماء کا ہمارے اوپر احسان ہے کہ ہم کو بہت سے کام سے سبکدوش کردیا اور لکھ کر نسخہ ہمارے ہاتھ میں دیدیا کتاب میں تلاش کرنیکی زحمت سے بھی بچادیا۔ اس امت کے علماء نے خدا کے فضل سے دین کی خدمت ایسی کی ہے کہ نظیر ملنا مشکل ہے اس کی مثال ایسی ہے کا ماہر طبیب ایک مرض کے متعدد نسخے لکھ سکتا ہے حالانکہ کتاب میں ایک ہی نسخہ لکھا ہے وہ نسخہ اس کی ایجاد نہیں ہوتے۔ بلکہ ان اصول کلیہ سے مستنبط ہوتے ہیں جو طب میں موجود ہیں وجہ یہ ہے کہ جزئی علاج ہر زمانہ میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور کلیات وہی ہیں جو مدت سے چلے آتے ہیں۔ یہاں سے ان تدبیروں کے بدعت ہونے کا شبہ جاتارہا۔

فائدہ: بدعت کے متعلق جو حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد[۶]۔ اس میں لفظ مالیس منہ بتارہا ہے کہ اس سے وہ ایجاد مراد ہیں جو اصول دین کے خلاف ہوں اور جوایجادیں اصول دین کی مؤید[۷]

---

(۱) یعنی علماء نے جو علاج تجویز کئے ہیں اپنی طرف سے نہیں کئے بلکہ حضور ﷺ ہی کے ارشادات کی شرح اور تفصیل کی ہے (۲) تشریح کرنے والا (۳) وضاحت کرنے والا (۴) حق نہیں (۵) نکالے ہوئے (۶) جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس میں نہ ہو پس وہ رد ہے (۷) تائید کرنے والی ہوں

ہوں وہ دین میں داخل ہیں اس وقت بدعت کی تحقیق بیان کرنا مجھے مقصود نہیں صرف اشارۃً کچھ بیان کردیا ہے ذرا غور کرنے سے اس سے تمام باتیں نکل سکتی ہیں۔

غصہ کے دیگر علاج

غرض ایک علاج غصہ کا علماء نے یہ کہا ہے کہ اس جگہ سے علیحدہ ہوجائے ظاہر ہے کہ جب دوسری جگہ چلاجائے گا تو نہ وہ شخص موجود ہوگا جس پر غصہ آیا نہ وہ اسباب وہاں موجود ہوں گے جو باعث غصہ کے ہوئے تھے۔ غصہ آپ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور ایک علاج یہ ہے کہ جس کو غصہ زیادہ آتا ہو ایک کاغذ پر یہ لفظ لکھ کر کسی ایسے موقعہ پر لگادے کہ اس پر نظر پڑتی ہو وہ لفظ یہ ہے "خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے کہ جتنی تجھ کو اس پر ہے" غصہ جبھی آتا ہے کہ جب دوسرے کو اپنے سامنے کمزور پاتا ہے اور جب دوسرا زبردست ہوتا ہے تو غصہ نہیں آتا۔ بلکہ اگر تیسرا بھی ایک زبردست موجود ہو اس کے سامنے بھی تو غصہ نہیں آتا۔ کہیں ایک ہاتھی مست ہوگیا تھا اور لوگوں کو مارنا شروع کیا بہت تدبیریں کیں مگر قابو میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ مالک نے اجازت دیدی کہ گولی سے ماردیا جائے ایک پرانے فیل بان نے یہ تدبیر بتائی کہ ایک شیر ببر کا پنجرہ اس کے سامنے لاکر رکھدو۔ بس شیر کا لانا تھا کہ وہ مستی اور شور سب جاتا رہا اور ہاتھی چپ چاپ کھڑا ہوگیا۔ ہاتھی کی بھی جان بچ گئی اور مالک کا بھی نقصان نہ ہوا۔ اسی طرح جب اس عبارت کو دیکھ کر ایک قادر قوی[1] کا استحضار ہوگا۔ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت اور جبروت[2] ذہن میں گذرے گی۔ بس پھر غصہ کا نام کہاں۔ اور ایک علاج یہ ہے کہ گو غصہ اپنے سے کم مرتبہ والے پر آیا ہے مگر انسان سوچے

---

(۱) یعنی حق تعالیٰ کہ وہ قادر بھی ہے اور قوی بھی (۲) بڑائی اور قوت

کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ میں بڑا ہوں اور یہ چھوٹا ہے۔ اس وقت میں زبردست ہوں لیکن ممکن ہے ابھی ذرا دیر میں یہ شخص زبر دست ہوجائے اور میں زیر دست ہوجاؤں ایسے واقعات دنیا میں دن رات رہتے ہیں۔ یہ ہماری صرف کوتاہ نظری[1] اور غفلت ہے کہ یاد نہیں رکھتے اور اگر مان بھی لیاجاوے کہ وہ شخص زبر دست نہیں ہوسکتا تو دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ یہ سوچنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ آخرت میں مجھ سے بہتر ہو اور بلکہ دنیا ہی میں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہو اور حق تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہو کسی کی نیکی اور بدی پیشانی پر لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو اسکی نسبت حق تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ میرے اولیاء کو جو کوئی ستاتا ہے تو میں اس کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس سے شیر اس شخص کو دیکھتا ہے جو اس کے بچوں کو چھیڑتا ہے اور ایک حدیث ہے۔ من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب فلیغرم بحرب من اللہ۔ (یہ روایت تفسیر مظہری کی ہے) یعنی جو شخص میرے کسی مقرب بندہ سے عداوت رکھے میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے لڑنے کے لیے تیار رہے العظمة للہ[2] جب کسی دنیا کے حاکم سے بگاڑ ہوجاتا ہے تو کسی کی کچھ نہیں چلتی۔ خدا تعالیٰ کے سامنے کیا کوئی پیش لے جاسکتا ہے تو گو وہ شخص ضعیف ہے مگر اس کی پناہ[3] پر سب سے بڑا زبردست موجود ہے۔

غرض اس مضمون کے استحضار سے بھی وہی کام نکلے گا جو شیر کا لنگڑ ہاتھی کے سامنے رکھنے سے نکلا تھا۔ غرض اتنے علاج علماء نے لکھے ہیں گو کلام کو طول ہوگیا۔ اور بظاہر زائد مضامین بیان ہوئے لیکن ان کی قدر وہ شخص جان سکتا ہے جو غصہ کو برا سمجھتا ہو اور جس کو غصہ کا علاج کرنا منظور ہو۔ غصہ کی برائی کوئی معمولی

---

(۱) ناعاقبت اندیشی (۲) بڑائی ت اللہ کیلئے ہے (۳) حفاظت

برائی نہیں ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھ کو خاص نصیحت کیجئے حضور ﷺ نے فرمایا لاتغضب اس نے پھر اور درخواست کی آپ نے فرمایا لاتغضب اس نے پھر اور درخواست کی۔ آپ نے فرمایا لاتغضب یعنی غصہ نہ کر، اور غصہ نہ کر اور غصہ نہ کر۔ تاکید کے واسطے تین دفعہ مکرر فرمایا۔ اس شخص کی درخواست پر ایک بار جواب دینے سے جو کچھ غصہ کی برائی ثابت ہوتی ہے وہی کیا کم تھی کیونکہ قرینہ[۱] مقام بتارہا ہے کہ کوئی خاص نصیحت اور کام کی باتوں کا لب لباب[۲] ہے۔ چہ جائیکہ تاکید پر تاکید فرمائی۔

معلوم ہوا کہ غصہ بہت ہی قابل اہتمام چیز ہے اور اس کی برائی کوئی معمولی برائی نہیں۔ جب کوئی مرض بڑا اور خطرناک ہو تو اس کے لیے علاج بھی بڑے ہونے چاہئیں بڑائی کماً بھی[۳] ہوتی ہے اور کیفاً[۴]۔ اسی کمیت بڑھانے کے لیے علماء نے اتنے علاج بتلائے ہیں تو بلاشبہ علماء نے اسی تاکید پر عمل کیا جو اس حدیث میں تکرار لفظ سے نکلتی ہے۔ یہ علماء کے لکھے ہوئے علاج۔۔ اصول دین سے مستنبط اس طرح ہیں کہ معالجات واردہ فی الحدیث[۵] اصل علاج بالضد ہے۔ وہی یہاں بھی موجود ہے۔ قرب عن الاسباب[۶] وجود شئی میں دخل رکھتا ہے اور اس کی ضد بعد عن الاسباب[۷] ہے۔ سبب اصلی غصہ کا کبر ہے، اور مغضوب[۸] علیہ کا سامنے ہونا اس کا معین[۹] ہوجاتا ہے۔ پچھلے دو علاجوں میں کبر کا دفعیہ ہے اور اس جگہ سے ٹل جانے میں معین غضب[۱۰] کا دفعیہ تو یہ سب علاج

---

(۱) اس مقام سے ظاہری مناسبت (۲) خلاصہ (۳) مقدار کے اعتبار سے (۴) کیفیت کے اعتبار سے (۵) وہ علاجات جو احادیث میں آئے ہیں (۶) اسباب کا قرب بھی شئی کے موجود ہونے میں دخل رکھتا ہے (۷) اسکی ضد اسباب (غصہ) سے قصد ہونا ہے (۸) جس پر غصہ آرہا ہے (۹) مددگار (۱۰) غصہ کی زیادتی میں جو معین ہورہا ہے اسکا دور کرنا ہے

بالضد ہوئے سبحان اللہ! جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے کیسے طبیب ہیں کہ ایسی چیز بتادی جو دنیا اور دین دونوں کی خرابی سے بچانے والی ہے یہ غصہ ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی قتل کی مباشرت[1] کر بیٹھتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے طلاق دے بیٹھتا ہے اور گھر ویران کر لیتا ہے۔ اور غصہ طبا[2] بھی مضر ہے مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے غصہ آیا تھا تو رات بھر نیند نہیں آئی نیند نہ آنے سے جو صحت پر برا اثر پڑتا ہے وہ پڑا تو یہ غصہ کی ہی خرابی ہوئی۔

غصہ کا محل[3]

یہاں کوئی سوال کرسکتا ہے کہ جب غصہ ایسی بری چیز ہے تو انسان میں اس کی ترکیب کیوں رکھی گئی ہے اس کا جواب حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کے اصول سے دیتا ہوں حضرت فرماتے تھے ہر چیز میں برائی اور بھلائی دونوں میں موقع استعمال کے فرق سے ایک ہی چیز خیر اور[4] شر ہوجاتی ہے جیسے روپیہ۔ کہ اسی سے آدمی کی بسر معاش ہے اور اسی کو جرائم میں خرچ کیا جاوے تو آدمی مجرم بن جاتا ہے تو اسی روپیہ کی بدولت جس سے آرام پاتا تھا۔ اب قسم قسم کی تکالیف اٹھاتا ہے وجہ یہی ہے کہ بے موقعہ خرچ کیا گیا۔ اسی طرح غصہ کو حق تعالیٰ نے مضرت[5] کے لیے پیدا کیا ہے۔ اسی میں دفعہ[6] کا ایسا اثر ہے جیسے تلوار میں کاٹنے کا کسی اپنے عزیز کے گلے پر تلوار رکھدو جب بھی کاٹے گی اور کسی دشمن کے گلے پر رکھو۔ جب بھی کاٹے گی۔ پس غصہ میں فی ذاتہ[7] کوئی برائی نہیں بلکہ قصور کام لینے والے کا ہے۔ اعداء اللہ[8] کے مقابلہ میں اس سے کتنا کام لے سکتے ہیں اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو حضرت حاجی صاحب اس کے استعمال

---

(۱) ارتکاب (۲) طبی اعتبار سے (۳) موقعہ (۴) اچھی اور بری (۵) نقصان (۶) دور کرنا (۷) اپنی ذات کے اعتبار سے (۸) اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں

کا موقع بتاتے ہیں کہ اپنے نفس پر اس سے کام لو کیونکہ سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے اعدی عدوک التی بین جنبیک[1]۔ جب غصہ میں تلواروں کی طرح سے دشمن کے دفع کرنے کی خاصیت ہے تو اس موقع پر بڑا اچھا کام دیگا غصہ دوسروں پر چلانے سے پہلے اپنے اس بڑے دشمن پر چلائیے یہ نفس آپ کا ایسا چھپا دشمن ہے کہ جس کی دشمنی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ دوسرے دشمن آپ کے کھلم کھلا مخالف ہوتے ہیں اور یہ جو کام آپ سے کراتا ہے لذات اور شہوات کے پردہ میں کراتا ہے تو اس کی ایسی مثال ہوگئی جیسے آپ کا ایک مخالف آپ کو سکھیادے اور کہے کہ یہ کھالیجئے آپ اسکو ہرگز نہ کھائیں گے اور ایک آپ کا دوست جو در حقیقت دشمن ہو اور آپ کے قتل کی فکر میں ہو لڈو میں ملا کر زہر دیدے تو آپ اس کو بڑے شوق سے کھالیں گے اور جب تک اس زہر کا اثر نہ ہوگا آپکو ذرا بھی وہم نہ ہوگا۔

اسی طرح نفس آپ سے لذات اور شہوات کی آڑ میں ایسے بڑے کام کرادیتا ہے، کہ انکے نتیجے بہت ہی خراب ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا جس وقت وہ نتائج ظاہر ہوں گے تو ان کا تدارک[2] مشکل ہوجائے گا۔ مثلاً کسی سے ناخوش ہوکر آپ نے اس کی غیبت کی تو اس وقت تو آپ کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوئی لیکن وہ کام ہوگیا جس کا تدارک اب آپ کے ہاتھ میں نہیں جیسا کہ تیر کمان سے چھوٹنے کے بعد تیرانداز کے قبضہ میں نہیں رہتا۔ اب یہ گناہ اپنے نتائج ضرور لائے گا توبہ سے بھی معاف نہیں ہوسکتا چونکہ حق العبد[3] ہے اس سے معاف کرائیے جس کی غیبت کی مگر اس سے کیا امید ہے کہ وہ معاف کریگا جب اسے معلوم ہوگا کہ میرے بلا معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا۔ اور معاف نہ کرنے کی

---

(۱) ہوشیار رہے اپنے اس دشمن سے جو تیرے پہلو میں ہے (یعنی نفس) (۲) روک تھام (۳) بندے کا حق

صورت میں اس کو نیکیاں ملیں گی۔ دیکھئے کہ نفس نے لذت کی آمیزے آپ کو کس خطرناک بات میں ڈال دیا تو اس کی دشمنی کیسی کچھ گہری ہوئی اس ہتھیار کو جو خدا نے دفع مضرت[۱] کے لیے دیا ہے یعنی غصہ کو ایسے دشمن کے مقابلہ میں استعمال کیجئے تو اعلیٰ درجہ کی عقل مندی ہے۔

ضبطِ[۲] غضب کا انعام

مگر یہ کوئی آسان کام نہیں نفس پر تو اس کا استعمال بہت ہی مشکل ہے۔ نفس کی خواہش کی جگہ سے غصہ کو روکنا بھی کچھ آسان نہیں۔ اسی واسطے اس کا اجر بھی بہت ہے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے غصہ کو روک لے ایسی حالت میں کہ وہ اس کے اجراء[۳] پر قادر ہے اس کو خدائے تعالیٰ قیامت کے دن علی رؤس الخلائق[۴] با اختیار کردیں گے کہ جس حور کو چاہے پسند کرے جیسا عمل ہوتا ہے ویسا ہی اجر ہوا کرتا ہے اجر کا بڑھ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عمل بھی مشکل ہے اور واقعی غصہ کا روکنا کوئی آسان بات نہیں آدمی غصہ میں اپنا قتل تک بھی کرڈالتا ہے مگر آدمی ہمت کرے اور خیال رکھے تو کچھ دشوار بھی نہیں خدا تعالیٰ نے انسان کو قدرت بھی دی ہے غصہ سے مجبور نہیں پیدا کیا۔ ہاں ہمت شرط ہے۔ نفس کے کہنے کے موافق نہ کیا۔ یہ غصہ کا بیان ہوا۔ اس کو طول اس واسطے دیا گیا ہے عورتیں اس میں بہت مبتلا ہیں۔

مرد وعورت کے غصہ کا فرق

اس میں کوئی بی بی یہ شبہ نہ کریں کہ غصہ تو مردوں میں زیادہ ہوتا ہے بات بات پر لڑتے اور چلاتے ہیں عورتیں اتنا کہاں چلاتی ہیں۔ بیبیو یہ سمجھ لو کہ چلانے

---

(۱) نقصان کو دور کرنے کے لئے (۲) غصہ پر قابو پانے کا انعام (۳) غصہ نکالنے پر قادر ہے (۴) مخلوق پر با اختیار

کا ہی نام غصہ نہیں بلکہ دل میں ناخوش ہونے کا نام غصہ ہے مردوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے اس واسطے ان کی ناراضی کا اثر مارنے پیٹنے چلانے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے اور عورتوں کی فطرت میں حیاو برودت[1] رکھی گئی ہے اس واسطے اس ناراضی کا اثر کم ظاہر ہوتا ہے ورنہ در حقیقت اس ناراضی میں عورتیں مردوں سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں اور چونکہ عقل میں ان کے نقصان ہے موجبِ[2] ناراضی کو صحیح سمجھ بھی نہیں سکتیں ان کو ایسے موقعوں پر بھی غصہ آسکتا ہے جہاں مردوں کو نہیں آتا۔ تو ان کے غصہ کے مواقع کماً[3] بھی زیادہ ہیں اس کے علاوہ چیخنے چلانے کی نسبت میٹھا غصہ دیرپا ہوتا ہے چیخنے چلانے والوں کا غصہ ابال کی طرح سے اٹھ کر دب جاتا ہے اور میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے۔ اسی کو کینہ کہتے ہیں کینہ کا منشا غصہ ہے سو ایک عیب تو وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ۔ تو میٹھے غصہ میں دو عیب ہیں اور کینہ میں ایک عیب اور ہے کہ جب غصہ نکلا نہیں تو اس کا خمار[4] دل میں بھرا رہتا ہے اور بات بے بات بہانہ اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں تو کینہ صرف ایک گناہ نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا تخم[5] ہے اور کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہے تو عورتوں کا غصہ ہزاروں گناہ کا تخم[6] ہے مردوں کا غصہ ایسا نہیں مردوں کا غصہ جوشیلا ہے اور عورتوں کا غصہ میٹھا ہے۔

خانگی لڑائیوں کا راز

میں یہ نہیں کہتا کہ کینہ مردوں میں نہیں ہوتا۔ مردوں میں بھی کینہ ہوتا ہے لیکن میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ عورتیں اس میں مردوں سے بڑھی ہوئی ہیں

---

(۱) عورتیں طبعی طور پر باحیاء اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک ہوتی ہیں (۲) جو چیز ناراض ہونے کا سبب ہو (۳) تعداد کے اعتبار سے (۴) غبار (۵) بیج (۶) بہت گناہوں کا بیج ہے

عورتوں میں یہ دولت روز افزوں ہے ایک ذرا سا بہانہ مل جائے اس کو مدتوں تک نہ بھولیں گی اور اس کی شاخ میں شاخ نکالتی چلی جائیں گی ان کا کینہ کسی طرح نکلتا ہی نہین۔ اس واسطے میں کہتا ہوں کہ عورتیں اس سے زیادہ ہوشیار رہیں کوئی گھر ایسا نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہین۔ ساس بہو آپس میں لڑتی ہیں اور دیورانی جٹھانی تو پیدا ہی اس لیے ہوئی ہیں۔ اور دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بناء صرف اوہام پر ہوتی ہے کسی کی نسبت ایک ذرا سا شبہ ہوا اور اس پر حکم لگا کر لڑائی شروع کر دی۔ دوسری نے جب کچھ لڑائی دیکھی تو شبہ کی اور زیادہ گنجائش ہے ادھر سے سیر بھر لڑائی تھی ادھر سے دھڑی[۱] بھر ہونا کچھ بات ہی نہیں اور جب اصل بات کو تحقیق کیا جائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ فلانی جلاہی نے کہا ہے کہ وہ بی بی تمہاری شکایت کر رہی تھیں سننے والی کہتی ہیں کہ "میری جلاہی بہت ایماندار ہے" بے سنے اس نے کبھی نہیں کہا ہو گا گھروں میں ہمیشہ لڑائی ایسی ہی باتوں پر ہوتی ہے کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ جب شکایت سنے تو اس بیچ کے واسطہ کو قطع[۲] کر کے خود اس شکایت کرنے والی سے پوچھ لیں کہ تم نے میری شکایت کی مسنون طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی سے کچھ شکایت دل میں ہو تو اس شخص سے ظاہر کر دے کہ تمہاری طرف سے میرے دل میں یہ شکایت ہے اس شخص سے اس کا جواب مل جائے گا اور اگر وہ شکایت غلط تھی تو بالکل دفعیہ ہو جائے گا اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لینا اور اس پر کوئی حکم لگا دینا بالکل خلاف نصوص اور جہالت ہے۔ اس موقعہ کے لئے ارشاد ہے۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[۳]۔ اور قرآن شریف میں موجود ہے اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۴]۔ اور ہم نے تو تجربہ سے تمام عمر دیکھا

(۱) پانچ سیر (۲) ختم کر کے (۳) بے گمان سے بچو اس لئے کہ بیجا گمان سے جھوٹی بات ہے (۴) بہت سے گمان سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں (الحجرات آیت ۱۲)

کہ سنی ہوئی بات شائد کبھی سچ نکلتی ہو ایک شخص کا تو قول ہے کہ ایسے واقعات کی روایتیں کہ جن سے راوی کا کچھ ذاتی تعلق بھی نہ ہو اور راوی بھی ایسا ہو کہ جھوٹ کا عادی نہ ہو تب بھی جب کبھی دیکھا گیا تو تمام باتوں میں سے چوتھائی بھی سچ نہیں نکلیں اور ان باتوں کی روایت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ جن میں راوی کی ذاتی اغراض بھی شامل ہوں جیسے جلاہیوں اور بھنگنوں[۱] کی روایتیں۔ گھروں میں جہاں کہیں خانہ جنگیاں ہیں وہ سب ان ہی بھنگنوں اور جلاہیوں اور کمہاریوں وغیرہ کی روایتوں پر ہیں۔ بات کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی کچھ حاشیے اس پر روایت کرنے والی لگاتی ہیں اس سے یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ فلانی ہماری مخالف ہے۔ بس اسی خیال و وہم سے کچھ حاشیے یہ سننے والی لگالیتی ہیں بس اچھی خاصی لڑائی ٹھن[۲] جاتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں آدمی رات کے وقت اکیلا ہو اور شیر کا اس کو خوف ہو تو جب وہ ایک طرف کو دھیان جماتا ہے تو کوئی درخت اسے شیر معلوم ہونے لگتا ہے پھر جب خیال کو اور ترقی ہوتی ہے تو اسی خیالی صورت میں ہاتھ پیر بھی نظر آنے لگتے اور سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے حالانکہ واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صرف وہم کی کار گذاری ہوتی ہے اسی طرح سنی سنائی باتوں میں نفس اختراع کرتا ہے اول تو کچھ آمیزش نقل کرنے والے ہی سے شروع ہوتی ہے۔ پھر جس کے سامنے وہ خبر بیان کی گئی وہ پہلے سے عیب جوئی کے لیے تیار ہوتی ہے۔ ذرا سا بہانہ پا کر سب اگلی پچھلی باتوں کو تازہ اور خیالات کو واقعات کرلیتی ہیں اب بنی بنائی شکایت موجود ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جیسے کہ اس خیالی صورت میں ہاتھ پیر نظر آجاتے ہیں۔ بی بیو ذرا یہ خیال کرو کہ اس خیالی صورت

---

(۱) کوڑا اٹھانے والیاں (۲) شروع ہوجاتی ہے

میں ہاتھ پیر نظر آنا کچھ برا نہ تھا۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس خیالی صورت کو درندہ شیر یا اور کوئی موذی[1] چیز سمجھ کر آدمی بھاگتا ہے بس صرف تکلیف اس کو یہ پہنچتی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ڈر جاتا ہے۔ یہاں امر بالعکس[2] ہے کہ کسی کی شکایتیں سن کر اس میں حاشیے وہ پیدا کئے جاتے ہیں جن سے اپنے لیے اور مضرت[3] بڑھتی ہے اگر کوئی یوں کرے کہ ان شکایتوں میں بھی ایسے حاشیے لگائے جن سے وہی خوف پیدا ہو جو اس خیالی صورت میں ہاتھ پیر نظر آنے سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس خوف کے سبب وہ مضار سے بچنے کی کوشش کرے تو ہم اس کو بخوشی جائز رکھتے ہیں۔

انتقام میں زیادتی

اس کی ترکیب یہ ہے کہ جب کسی کی شکایت سنو تو یہ سوچو کہ بیان کرنے والے نے ایک بات میں دس باتیں غلط ملائی ہوں گی اگر ہم نے وہ بات اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو اگر بے جا بھی تدارک کرتے تو ایک بدی کا بدلا ایک بدی کرتے اور اب دس بدی کریں گے تو انجام کیا ہوگا یہ ایسا ہوا جیسے ہمارا کوئی ایک پیسہ کا نقصان کرے اور ہم اس کے بدلہ میں دس پیسہ کا نقصان کردیں۔ جب یہ مقدمہ حاکم کے سامنے جائے تو گو زیادتی پہلے اسی نے کی تھی مگر اب ملزم ہم ہی ہوں گے اور ہم سے نو پیسے اس کو دلادیئے جائیں گے۔ یہ خیال کر کے ذرا ڈرو بلکہ ان دس برائیوں کو بھی پھر ذرا غور سے دیکھو کہ جیسے یہ اس کمیت[4] میں ایک سے زیادہ ہیں ایسے ہی اگر کیفیت میں بھی زیادہ ہوئیں تو ان کا وبال بدرجہا زیادہ ہوگا مثلاً کسی کی شکایت سنی کہ اس نے ہماری غیبت کی اور اس سے تم نے یہ بدلہ لیا کہ تم نے بھی غیبت کرلی تو یہ بدلہ تو ہوگیا اور مان لیا جائے کہ بالکل برابر سرابر کا بدلہ ہے

---

(۱) تکلیف (۲) معاملہ اسکا الٹا ہے (۳) نقصان (۴) تعداد میں

یعنی کمیت میں برابر ہے کہ ایک غیبت اس نے کی ایک تم نے کرلی۔ مگر اس بات سے کیا اطمینان ہے کہ یہ بدلہ تمہارا کیفیت میں بدلا ہوا نہیں ہے یا آئندہ نہ بڑھ جائے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی کی طرف سے برائی دل میں بیٹھ جاتی ہے تو انسان اس سے صرف اس زیادتی کے بدلے ہی پر اکتفا نہیں کرتا اور بدلا لیکر اس کی برائی دل سے نکل نہیں جاتی ۔ بلکہ کینہ رہ جاتا ہے۔ یا حسد پیدا ہوجاتا ہے اور کینہ اور حسد غیبت سے کیفیتاً بہت زیادہ برے ہیں۔

حسد کی نسبت حدیث شریف میں کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے تو یہ برائی جو تمہارے دل میں اس غیبت کے مقابلہ میں پیدا ہوئی بدرجہا کیفیت میں زیادہ ہے کہ تمہاری اور نیکیوں کو بھی غارت کرے گی یہاں قوت واہمہ سے کام لو اور نفس کے خلاف حاشیے لگاؤ[(۱)] اور یہ سوچو کہ اگر ہم اس ایک غیبت کے بدلے میں ان برائیوں میں پڑگئے تو کیسے بڑے برے نتیجہ ہوں گے وہم سے اس طرح کام لینے سے وہی نتیجہ نکلے گا جو اس خیالی صورت میں وہم کے تصرف سے ہاتھ پیر نمودار ہوجانے سے نکلا تھا جیسا کہ اس سے ڈر کر دیکھنے والا بھاگتا ہے اسی طرح ان برائیوں سے بھاگے گا۔ کام کی بات یہ ہے۔ مگر ایسی امید کس سے کی جائے یہ تو سنی ہوئی باتوں کی حالت ہے۔

چشم دید روایات میں غلطی

عورتوں کی تو دیکھی ہوئی باتیں بھی اس قابل نہیں کہ ان کو صحیح کہا جاوے اکثر عورتیں اپنی دیورانی جٹھانی وغیرہ سے اپنی چشم دید باتوں پر ناراض رہتی ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس بات پر تم ناراض ہو وہ بات

---

(۱) یعنی اپنے ذہن میں یہ باتیں اور تفصیل سے سوچو کہ غیبت کے علاوہ مذکورہ بالا اور بہت سے گناہوں میں ہم مبتلا ہوجائیں گے اس طرح نفس اس گناہ سے رک جائیگا

یوں ہے تم نے غلط سمجھا تو کہتی ہیں کیا میں بچی ہوں کیا میں سمجھتی نہیں فلاں کام میرے ہی چڑانے کے لیے تو کیا گیا تھا۔ خدا کو دیکھا نہیں عقل سے تو پہچانا۔ بس پھر لاکھ سمجھائیے جو اس فعل کی بنا اپنے اپنے ذہن سے گھڑی ہے وہی رہیگی اور اسی پر ردے(۱) پر ردا رکھتی چلی جائیں گی اور ذرا دیر میں آپس میں رنج ہوجائے گا اب طرفین سے غیبت شروع ہوگی اور ایک دوسرے کی عیب جوئی میں اور نیچا دکھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیں گی۔ بڑی خیر یہ ہے کہ خدا نے ناخن نہیں دیئے۔ ان کے اختیارات بہت کم رکھے ہیں اور مردوں کو ان کے اوپر مسلط کیا ہے الرجال قوامون علی النساء(۲)۔ ورنہ ایک گھڑی بھر بھی ایک گھر میں دونوں نہ رہتیں۔ بلکہ ایک شہر میں بھی نہ بستیں یہ سب نتائج غصہ کے ہیں عورتیں غصہ سے ایسی مغلوب ہیں کہ یہی نہیں کہ دوسروں کو غصہ میں تکلیف پہنچائیں۔ بلکہ پہلے گھر والوں پر غصہ اتارا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ مشق ماما پر ہوتی ہے اس کے ساتھ تو ہر وقت کی گفتگو میں یہی تکیہ کلام ہے دیدوں پھوٹی، پیاروں پیٹی۔ اور بعضے بیبیوں کا تو ہاتھ بھی ان پر بہت چلتا ہے ذرا سے قصور پر اتنی مار پیٹ ہوتی ہے کہ دیکھا نہیں جاتا۔

بی بیو! ذرا اس بات کو خیال کر لو کہ وہ بھی تمہاری جیسے آدمی ہے جیسے ہاتھ پیر تمہارے ہیں ایسے ہی ہاتھ پیر اسکے بھی ہیں جیسے زبان تمہاری ہے ایسے ہی زبان اس کے بھی ہے کیا وہ تم کو نہیں مار سکتی۔ یا زبان سے کوس نہیں سکتی وہ کون سی چیز ہے جس سے تم کو قدرت ہے اور اس کو قدرت نہیں وہ احتیاج ہے۔

---

(۱) اینٹ پر اینٹ (۲) مرد حاکم ہیں عورتوں پر (النساء آیت ۳۴)

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج ست احتیاج[1]

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ احتیاج اس کو کہاں سے آئی اور تم کو کہاں سے نہیں آئی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو احتیاج دی اور تم کو نہیں دی اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے۔ جس خدا نے اس کو محتاج بنایا کیا تم کو نہیں بنا سکتا تھا یا اب نہیں بنا سکتا ہے۔ ایسے واقعات دن رات ہوتے ہیں کہ ایک وقت جو لوگ بڑے سمجھے جاتے ہیں اور ہر طرح سے قابو یافتہ[2] ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت وہ چھوٹے اور دوسرے بڑے ہو جاتے ہیں اور ہر طرح سے یہ ان کے دست نگر ہو کر رہ جاتے ہیں پھر اس وقت کیا وہ چھوٹے ان زیادتیوں کو بھول جائیں گے جو تمہارے ہاتھوں سے ہوئی ہیں ہر گز نہیں خوب آپ سے بدلہ لیں گے۔

بھاوج کا غصہ

بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ گھر کا کوئی بزرگ مر گیا اور بڑی اولاد کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چھوڑے وہ چھوٹے بچے بڑے بھائیوں کی پرورش میں آجاتے ہیں۔ اور بھاوج کا اختیار ہوتا ہے چونکہ بچے گھر میں رہتے ہیں اس واسطے ان کی نگرانی وغیرہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں زیادہ رہتی ہے بڑا بھائی باہر رہتا ہے اور بھاوج صاحبہ ان سے دل کے کینے نکالتی ہیں۔ ہر بات پر مارنا برا بھلا کہنا ہر چیز کو ترسانا کھانا پیٹ بھر نہ دینا کپڑے کی خبر نہ لینا اور نوکروں سے زیادہ ذلیل کر کے ان کو رکھنا۔ یہ ان کا برتاؤ رہتا ہے اور اس پر بھی چین نہیں بطور حفظ ما تقدم خاوند سے

(۱) جس چیز نے شیروں کو لومڑی مزاج بنادیا یعنی کمزور کر دیا وہ انکی حاجت مندی ہے (۲) دوسروں پر قابو پا سکتے ہیں

الٹی شکائتیں کرتے رہنا۔ غرض ایسے خلاف انسانیت برتاؤ رکھتی ہیں کہ ان کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ یہاں پر میں مردوں کو بھی خطاب کرتاہوں کہ یتیم بچوں کی نگرانی خود بھی رکھو۔ عورت کے کہنے میں اتنے نہ رہو کہ ہر بات کو سچ جان لو۔ جب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بھاوج دیواروں کے ساتھ مغائرت کا علاقہ رکھتی ہے تو اس کی شکائتوں کا کیا اعتبار میں تو کہتاہوں کہ ایسے موقعہ پر مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کو سنادیں کہ تم سچ بھی کہوگی تو ہم جھوٹ سمجھیں گے۔ سب مردوں کو نہیں کہتاہوں بہت سے مرد ایسے بھی ہیں کہ واقعی مرد ہیں اور ایسے موقعہ پر پوری عقل سے کام لیتے ہیں اور اس ساتھ کو بھیڑیئے بکری کا ساتھ سمجھتے ہیں جہاں بھیڑیا بکری اکٹھاہوں گے وہاں بھیڑیئے کی طرف سے بکری کے ساتھ ایذاء رسانی ہی ہوگی کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ بھیڑیا بکری کی طرف داری یا اس پر رحم کرے گا۔ عورت کے کہنے سے بھائیوں کو نہ ستاؤ۔ کسی نے خوب کہاہے کہ "یتیم بچہ زندوں میں شمار ہی نہیں" اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی مر گیا پھر مرے ہوئے کو مارنا کیاجوان مردی ہے اس کی۔ اگر حد سے زیادہ دل دہی کروگے تب بھی اس کا دل زندہ نہیں ہوسکتا۔

یتیم کی صورت پر مردنی چھائی ہوتی ہے۔ دو بچوں کو برابر بٹھاؤ جن میں سے ایک یتیم ہو اور دوسرا یتیم نہ ہو اور ایک چیز دونوں کے سامنے رکھ دو اور کہہ دو کہ جو کوئی پہلے اٹھائے یہ چیز اسی کی ہے۔ یقین کامل ہے کہ یتیم کا ہاتھ نہیں اٹھے گا۔ وجہ یہی ہے کہ اس کا دل مردہ ہوچکا ہے۔ باقی بفضلہ تعالیٰ ایسے بھی لوگ دیکھے جاتے ہیں جو یتیموں کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔
صحابہؓ کے قصے تو بہت سے سنے ہوں گے مگر اب بھی بحمد اللہ ایسے لوگ موجود ہیں وہ بھی مرد ہیں ان کے سامنے عورت کی ایک بھی نہیں چلتی۔ ایسے مرد

بننے قوامون کے معنی یہی ہیں۔ یہ بیان بیچ میں زائد ہوگیا۔ مگر بے ربط نہیں۔ کیونکہ عورتوں کے عیوب کا بیان تھا اور ان عیوب کی اصلاح میں مردوں کو بڑا دخل ہے۔ اس واسطے مردوں کو بھی خطاب کیا گیا۔ عورتوں کے برتاؤ کا بیان ہورہا تھا کہ وہ اپنے چھوٹوں پر اپنے اختیار کے وقت کوئی بات اٹھا نہیں رکھتی۔ مگر مثل مشہور ہے کہ بارہ برس میں کوڑی کے بھی دن پھرتے ہیں۔ زمانہ پلٹتا ہے۔ اور ان کا وقت بگڑ جاتا ہے۔ مثلاً بیوہ ہوکر دوسرے کے اختیار میں ہوگئی۔ اور ان کا وقت بن جاتا ہے۔ جو ان کے دست نگر تھے۔ پھر آپ خود خیال کرسکتے ہیں کہ ان پر کیا کچھ مصیبت نہ ٹوٹ پڑیگی۔ وہ ستم دیدہ[1] لوگ ان پر قابو پاتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے جوتیاں مارتے ہیں۔ واقعات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ دین سے قطع نظر دنیا کے نشیب و فراز بھی اسی کے مقتضی[2] ہیں کہ اپنے اختیار کے وقت کسی کے ساتھ بد سلوکی نہ کی جاوے۔ جس وقت ماما پر یا اپنے کسی چھوٹے پر غصہ آیا کرے تو یہ یاد کرلیا کرو۔ اور اچھی طرح ذہن میں اس کا خاکہ جمایا کرو کہ ممکن ہے کہ جیسے اس وقت یہ چھوٹا ہے اور ہم بڑے ہیں کسی وقت ہم اس کے سامنے چھوٹے اور یہ بڑا ہوجائے پھر کیا تم کو پسند ہوگا کہ تمہارے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے جو تم اس کے ساتھ کررہے ہو۔

اس تدبیر سے ایک ہی دو بار میں غصہ کا جوش کم ہوجائیگا اور غصہ قابو میں آجائے گا۔ اور جتنے مفاسد اس پر متفرع[3] ہیں سب سے امن ہوجائیگا اور سب چھوٹے بڑے تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ دیکھا ہوگا کہ جو شخص اپنے اختیار کے وقت اپنے ماتحتوں اور چھوٹوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ اگر انقلاب زمانہ سے اس کو کوئی احتیاج پیش آتی ہے تو وہ ماتحت اور چھوٹے اس کے اوپر جان نثار

---

(۱) جس پر ظلم ڈھائے تھے (۲) اسی بات کا تقاضا کرتے ہیں (۳) اس سے نکلتے ہیں

کر دینے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ اور دونوں حالت عسر و یسر[1] میں چاروں۔۔ طرف سے واہ واہ ہوتی ہے یہ حالت اچھی ہے یا وہ حالت۔

تنبیہ و شفقت

میں یہ نہیں کہتا کہ ماتحتوں کو سر چڑھالو تنبیہ اور دباؤ رکھنا اور چیز ہے اور ظلم و زیادتی اور چیز۔ اپنے ماتحتوں سے کام لو۔ مگر ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور نہ ان کو ذلیل کرو اور نہ بے وجہ مارو پیٹو۔ اور نہ قصور سے زیادہ سزا دو۔ بقدر ضرورت سیاست رکھو اور موقعہ و محل پر ان کا ساتھ بھی دو۔ ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو۔ دیکھو باپ اپنی اولاد کو ڈانٹ ڈپٹ میں رکھتا ہے مگر ذرا سی تکلیف اولاد کو پہنچے تو باپ کا دل دکھتا ہے۔ اور ذرا کوئی اولاد کو ذلیل کرے تو باپ اس کو اپنی ذلت سمجھتا ہے۔

اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ تنبیہ اور دباؤ رحم و محبت کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں۔ مگر عورتوں کی عادت ہے کہ ماما کو تو کبھی سیدھے منہ پکارتی ہی نہیں۔ ماما تو خیر غیر ہے۔ غصہ سے ایسی مغلوب ہیں کہ بچوں کو کوستی ہیں مرجاؤ کھپ جاؤ۔ گھر کو کہتی ہیں آگ لگ جائے بعض وقت خود اپنے اپ کو ہی کوستی ہیں میں مٹ جاؤں یا اللہ! مجھے تو اٹھالے۔ بس اس جینے سے میں ویسے ہی خوش ہوں۔ کبھی اللہ میاں پر بھی مشق ہوتی ہیں کہتی ہیں ساری مصیبتیں میرے ہی واسطے رہ گئی تھیں اور جب کہا جاتا ہے توبہ کرو۔ شرع کے خلاف باتیں نہ بکو۔ تو جواب ملتا ہے ہاں جی شرع بھی ساری میرے ہی واسطے ہے دنیا میں آکے آرام نہ دیکھا۔ چین نہ دیکھا پھر زبان کاٹنے کے لیے شرع بھی تیار ہے۔

بیبیو! یہ کلمات کفر کے ہیں۔ ذرا ہوش میں رہو غصہ سے ایسے مغلوب نہ

---

(۱) تنگی وفراخی

ہو۔ بعضے باتوں سے نکاح جاتا رہتا ہے ۔ ایک عجیب لطف ہے کہ ان بیہودہ کلمات کے ساتھ جب انہیں ٹوکا جائے تو جو بی بی محتاط ہیں وہ یہ بھی فوراً کہتی ہین شرع میرے سر آنکھوں پر۔ مگر مجھ کو تو دوزخ میں رہنا ہے جو جنت میں جائے وہ شرع کی پابندی کرے۔ اپنے نزدیک یہ کہہ کر اس الزام سے بچ جاتی ہیں کہ شرع کا مقابلہ کیا۔ جب قیامت میں باز پرس ہوگی تب معلوم ہوگا کہ یہ جواب کافی ہے یا نہیں۔ ابھی سے سمجھ لو کہ یہ جواب کافی نہیں ہے۔ اللہ میاں کسی کے پھسلانے میں نہیں آتے۔ اللہ میاں کی شان علام الغیوب[۱] اور علیم بذات الصدور[۲] ہے۔

زنہار ازآں قوم نباشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبیرا بدرودے[۳]

دنیا کے کسی حاکم کے سامنے کسی الزام سے بری ہونا خواہ وہ الزام جھوٹا بھی ہو، مشکل ہوجاتا ہے۔ چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹی بات کی تاویل کر کے کوئی چھوٹ سکے۔ جو بات اپنی سمجھ میں نہ آوے۔ اس کو دوسرے کے کہنے سے مان لو۔ ایسے کلمات دین و دنیا دونوں کو غارت کرنے والے ہیں اپنی عادتوں کو بدلو اور بہ تکلف بدلو۔ زبان کو قابو میں رکھو۔ ظلم و زیادتی کے دینی و دنیوی نتائج کو یاد رکھو۔ اور جوان سب کی اصل ہے یعنی غصہ، اس سے بہت ہوشیار رہو۔ یہ سب نتائج غصہ کے ہیں۔ اس مرض کی طرف بہت توجہ رکھو۔ اول تو غصہ کو آنے مت دو اور اگر آجائے تو اس کا علاج کرلیا کرو۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اور اس مرض کو معمولی ہرگز مت سمجھو۔ اس کے نتائج بہت برے ہیں میں نے بالقصد

---

(۱) اللہ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتے ہیں (۲) اور دلوں کا حال خوب جانتے ہیں (۳) اس قوم میں اپنے آپ کو شامل نہ کر جو اللہ کو یعنی نماز روزہ صرف دکھاوے کیلئے کرتے ہیں

غیبت اور غصہ ہی کا بیان کیا ہے۔ ان دونوں مرضوں میں سے اصل غص ہے اور غیبت فرع[1] اصل کا بیان اول کیا گیا اب فرع کا بیان ہوتا ہے اور غصہ کی فرع صرف غیبت ہی نہیں ہے اور بھی فروع ہیں میں غیبت میں بالقصد کلام کرتا ہوں کیونکہ اس میں ابتلاء[2] عام ہے خصوصاً مستورات کا اور بقیہ فروع میں بھی تھوڑا تھوڑا عرض کرونگا۔

غیبت کا ابتلاء

سنئے غصہ کی ایک فرع غیبت ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اسکی برائی اگر دل میں بیٹھ جائے تو آدمی کبھی اس کے پاس بھی نہ جائے اور اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جس کی یہ فرع ہے یعنی غصہ تو وہ کس درجہ بری چیز ہوگی۔

دیکھئے حدیث شریف میں صاف موجود ہے۔ الغيبة اشد من الزنا[3]۔ بحمد اللہ یہ بات نہایت خوشی کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ مسلمان بی بیاں آوارگی سے بالکل محفوظ ہیں۔ اس میں جس حد تک بھی مبالغہ کیاجائے بالکل صحیح ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس سے زیادہ برے عیب میں گرفتار ہیں۔ حرام کاری کا برا ہونا ہم کو کیسے معلوم ہوا۔ اللہ ورسول کے فرمانے سے۔ وہی اللہ ورسول فرماتے ہیں کہ غیبت اس سے زیادہ بڑی ہے اس سے جو کچھ خوشی ہم کو اس عیب سے بری ہونے سے ہو سکتی ہے وہ سب ملیامیٹ ہوئی جاتی ہے۔ یہ ایسا ہوا جیسے کوئی خوش ہو کہ میرا ایک پیسہ کا نقصان نہیں ہوا اور جب تحقیق کرلے تو ثابت ہو کہ پیسہ کا تو واقعی نہیں ہوا مگر ایک روپیہ جاتا رہا۔ تو اس کو خوشی رہ سکتی ہے۔ نہیں۔ غیبت میں ایسا ابتلاء عام ہوا ہے کہ بہت سی بیبیوں کو یہ بھی نہیں معلوم رہا کہ غیبت کیا چیز ہے جب آدمی کسی چیز کو جانتا بھی نہ ہو تو اس سے بچنے کی کیا امید ہو سکتی

---

(۱) اسکی شاخ (۲) عام لوگ اس میں مبتلاء ہیں (۳) غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے

ہے۔ بچہ کے سامنے سانپ یا بچھو رکھ دیں تو وہ اس کو ایسا ہی پکڑ لیتا ہے جیسے روپیہ پیسہ کو۔ میں غیبت کی ماہیت [1] بیان کرتا ہوں اس سے معلوم ہوگا کہ ہم لوگ دن رات کس قدر گناہ کرتے ہیں کوئی لمحہ ہمارا گناہ سے خالی نہیں جو زنا سے بھی سخت ہے اور یہ ماہیت میں اپنی طرف سے نہیں بیان کرونگا۔ بلکہ حدیث نقل کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا "تعلمون ما الغیبۃ" جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ غایت ادب کی وجہ سے اکثر سوال کے جواب یہی عرض کر دیتے تھے کہ اللہ ورسولہ اعلم [2]۔ چنانچہ خود ہی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ذکر الرجل بما یسوءہ یعنی کسی شخص کی نسبت ایسی بات کہنا کہ اس کے سامنے کہی جائے تو اس کو بری معلوم ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ بات ایسی ہو کہ واقع میں اس شخص میں موجود ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں اسی کو غیبت کہتے ہیں اور جو ایسی بات بیان کی جائے جو واقع میں اس میں ہو بھی نہیں تو یہ غیبت سے بھی بڑھ گئی۔ اس کا نام بہتان ہے یہ حدیث کتنی صریح ہے اس سے غیبت کے متعلق کوئی بات دریافت طلب نہیں باقی رہتی۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ کون سا لمحہ ہمارا اس گناہ سے خالی ہے۔ جب کوئی کسی کی برائی کرتا ہو اور اس کو ٹوکا جائے کہ یہ غیبت ہے۔ تو جواب ملتا ہے جھوٹ تھوڑا ہی ہے ہم اس کے منہ پر کہہ دیں۔

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک جھوٹی بات کو غیبت کہتے ہیں۔ حدیث اس کو رد کرتی ہے۔ اس کا نام بہتان ہے۔ غیبت اسی عیب کے بیان کو کہتے ہیں جو واقع میں موجود ہو اس معنی کر یہ کہنا سچ ہے کہ آجکل لوگ غیبت میں ہی نہیں بلکہ اس

---

(۱) اصلیت (۲) اللہ اور اسکا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں

سے بڑے مرض یعنی بہتان میں بھی مبتلا ہیں اس غیبت اور بہتان کا عام مشغلہ ہو گیا ہے بلخصوص کیا مرد اور کیا عورتیں۔ سب کے واسطے دیگر ضروری مشغلوں میں سے یہ بھی ایک مشغلہ ہے جیسے کھانا پینا سونا ہے کہ بلا ان کے زندگی نہیں ہوتی ایسے ہی یہ بھی ہو گیا ہے مرد سو کام میں رہتے ہیں مگر انہیں کے بیچ بیچ جیسے حقہ پان کی طلب پوری کرتے ہیں وہاں یہ فرض بھی ساتھ ساتھ ادا کرتے جاتے ہیں۔

بے[۱] شغلی کا مرض

اس کی[۲] وجوبات بہت سی ہیں ایک بڑی وجہ ان میں سے بے شغلی ہے۔ مسلمانوں میں بے شغلی کی عادت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس کے نقصانات کا احساس تو درکنار اس کا حسن اور ضروری ہونا ذہن میں بس گیا ہے جتنا کوئی شخص بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی عادی ہونا اور دوسروں کا محتاج ہونا اس کے لیے لازم ہوتا جاتا ہے۔ رؤسا کے یہاں جا کر دیکھ لیجئے حقہ پیتے وقت نے کو[۳] ہاتھ لگانا بھی عیب ہے۔ بعض جگہ تو رئیس صاحب کو کھانا بھی نوکر کھلاتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے لقمہ بھی منہ میں رکھنا نا ممکن ہے۔ یہ تو مردوں کی حالت ہے۔ عورتوں کو کہ انہیں تو بجز غیبت کے کچھ بھی کام نہیں۔ مرد کچھ تو کام کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے واسطے یہی فخر سمجھا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام نہ کریں۔ جس بی بی کو ذرا سی بھی آسودگی ہے وہ اسی کو شان سمجھتی ہیں کہ پلنگ پر چڑھی بیٹھی رہیں۔ کسی وقت میں بھی اپنے ہاتھ سے پانی پی لینا تک گوارا نہیں۔ خاص کر اس زمانہ میں یہ خبط بہت بڑھ گیا ہے۔ ابھی تھوڑا زمانہ ہوا کہ عورتوں میں اتنا تنعم[۴] نہ تھا۔ اپنے گھر کے کام کاج کو فخر سمجھتی تھیں کہا جاتا تھا۔ فلانی بی بی بڑی کام کرنے والی ہے اچھے اچھے گھروں میں چکی پیسنا اور چرخہ کاتنا رائج تھا۔ اور اب عورتیں چرخے پر تو بہت

---

(۱) بیکار رہنا (۲) غیبت میں میں مبتلا ہونے کی (۳) حقہ کی نال (۴) راحت پسندی نہ تھی

بنتی ہیں اور بہت ذلیل کام سمجھتی ہیں اور چکی پیسنے سے یوں چھوٹیں کہ کہتی ہیں پہلے زمانہ کی عورتوں میں طاقت تھی اب وہ طاقت نہیں رہی۔ میں کہتا ہوں۔ آٹا کھانا تو اب بھی بند نہیں ہوگیا۔ اور آٹا چکی ہی میں پیسا جاتا ہے۔ اور مرد تو یہ کام کرتے ہی نہیں۔ پیسنے والی اکثر عورتیں ہی ہیں۔ وہ بھی تمہاری بہنیں ہی ہیں اور تمہارے ہی زمانہ کی ہیں ان میں طاقت کہاں سے آگئی۔

اصل یہی ہی کہ تم نے خود اپنے آپ کو کمزور کرلیا ہے۔ تم نے عادت چھوڑدی۔ اب تمہیں چکی چلانا ایک بار[1] معلوم ہوتا ہے اور تمہاری بہنیں اب تک عادی ہیں اور پیستی ہیں۔ پھر دیکھ لو کہ تمہاری صحت اچھی ہے یا ان کی۔ بیبیو! اس تنعم کو چھوڑو گھر کے کام کاج کو عیب نہ سمجھو۔ اس میں دنیا اور دین دونوں کے فائدے ہیں دین کا فائدہ تو یہ ہے کہ ان تمام آفات سے بچوگی جو بیکاری میں نازل ہوتی ہیں۔ جیسے غیبت طعنہ، بناوٹ وغیرہ۔ یہ سب اسی وقت سوجھتے ہیں جب کوئی کام نہیں ہوتا اور جب گھر کے دھندوں میں لگی رہوگی تو اتنی فرصت ہی نہ ہوگی کہ کسی کی برائی بھلائی میں پڑو۔ نیز دل ان دھندوں میں پڑا رہے گا تو ان مکروہات کا خیال ہی نہ آئیگا۔ یہ دین کا فائدہ ہوا اور دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ گھر کی نگرانی خوب ہوگی۔ اگر اپنے ہاتھ سے کام کروگی تو نوکر کا خرچ بچے گا۔ اور اگر نوکر موجود بھی ہوگی اور تمہارے ساتھ لگی رہے گی۔ تب بھی نگرانی تو خوب رہے گی۔ نوکر خیانت[2] نہ کرسکے گی۔ یہ بھی فائدہ کی صورت ہے اور ساتھ ہی اس کے گھر میں اٹھ بیٹھ رہے گی تو بدن کی ریاضت ہوگی۔ صحت اچھی رہے گی۔ تو اس میں مالی بھی فائدہ ہوا اور جانی بھی اور دنیاوی بھی اور دینی بھی۔ غرض گھر کے کام کو عیب نہ سمجھو اور صرف معمولی کام نہیں۔ بلکہ محنت کے کام بھی کرو۔ چکی خود پیسا

---

(۱) مشکل (۲) بے ایمانی

کرو اور اگر چکی پیسنا ایسی ہی شان کے خلاف ہے تو اچھا پیسو مت۔ کچھ دیر بلا ہی لیا کرو۔ تاکہ عادت رہے اور چکی پیسنے والیوں کی محنت یاد رہے اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی تمہاری عادت نہ ہو۔ پلنگ پر ہر وقت چڑھے رہنے کی عادت بالکل چھوڑ دو۔ آج کل ہر بات میں ترقی کی فکر کی جاتی ہے اور ترقی کا لفظ ایسا زبان زد[1] ہو رہا ہے کہ ہر شخص سے سن لو۔ عورتوں نے بھی اس میں قدم رکھنا شروع کر دیا ہے۔ میں ان ترقی کرنے والوں سے پوچھتا ہوں ایک طرف آرام و آسائش کو رکھو اور ایک طرف محنت و جفا کشی کو۔ اور ان دونوں میں سے بتاؤ کہ ترقی کا ذریعہ کون ہے۔ کبھی کسی کو بلا محنت کے ترقی کرتے نہ دیکھا ہوگا۔ آپ کو تنعم[2] اور آسائش میں ڈال کر اپنے کام کاج دوسروں کے حوالے کر دینا کس عقلمند کے نزدیک ترقی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ تن پروری اور بے کاری سے نہ جسمانی کوئی فائدہ ہو سکتا ہے نہ مالی۔ اس واسطے میں مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ محنت کی عادت کرو۔ اور اگر دین کے کام میں نہ سہی تو دنیا ہی کے مباح[3] کاموں میں لگے رہو۔ مگر خدا کے واسطے بیکار مت بیٹھو۔ جو لوگ محنت کے عادی ہیں ان کی جسمانی صحت دیکھو کیسی اچھی ہے۔ دیہاتیوں کو دیکھو تم سے کہیں زیادہ مضبوط ہیں۔ سردی گرمی کی ان کو مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ اور شہروں میں دیکھو تو مسجد کے مؤذن تک ایسے نازک مزاج ہو گئے ہیں کہ اذان کے لیے مسجد سے باہر نکلنا بھی ان کو مشکل ہے۔ اگر خدا نخواستہ شہر والوں کو کوئی اتفاق پڑ جائے تو کیا کریں۔ بات کچھ میں ہی نہیں کہتا سب جانتے ہیں کہ آرام طلبی اچھی چیز نہیں۔ اور محنت اور جفا کشی اچھی چیز ہے۔ مگر رواج اس زمانہ کا ایسا بدلا ہے کہ محنت ہوتی ہی نہیں۔ مگر صاحبو! رواج آپ کے اختیار کی چیز ہے۔ اس رواج کو بدلیے اور بے

---

(۱) لوگوں کی زبانوں پر عام ہے (۲) نعمتوں اور سہولتوں (۳) جائز

شغلی کی عادت چھوڑیئے یہ ساری مصیبتیں بے شغلی سے ہیں۔ دنیا بھی برباد اور دین بھی۔ جب انسان کو کوئی شغل نہیں[1] ہوتا تو طبعی بات ہے کہ نفس کوئی نہ کوئی شغل تراش[2] لیتا ہے۔ پھر آپ خیال کرسکتے ہیں کہ نفس کے اختراع[3] کردہ اشغال کیسے ہوں گے کہ مثلاً جہاں دو آدمی بیٹھے اور کسی کی غیبت شروع کردی۔ یہ ایسا لذیذ شغل ہے کہ ہر وقت نیا لطف آتا ہے۔ عورتوں کو تو کیا کہوں میں مردوں کو کہتا ہوں کہ اس شغل کو ایسا داخل عادت[4] کیا ہے جیسے مزدوروں میں حقہ، کے دوہاتھ پھاوڑے[5] کے مارے، یا دو مونگری چھت پر ماری اور حقہ کا دم لگالیا۔ بلا اس کے ان سے کام ہی نہیں ہوتا۔ ایسے ہی آجکل لوگوں نے غیبت کی عادت ڈال رکھی ہے۔ کہ کوئی کام کریں جب تک درمیان میں غیبت نہ کرلیں اس وقت تک وہ کام نہیں ہوتا۔ واللہ میں سچ کہتا ہوں کہ ہندوؤں میں ایسا نہیں۔ وہ دین سے تو بے خبر ہیں مگر اپنی دنیا میں تو مشغول ہیں کسی نہ کسی کام کے سر لگے ہوئے ہیں۔ بیکار بھی نہیں بیٹھتے اور ہمارے یہاں بیکاری اور آرام طلبی اور ان لغو[6] مشغلوں ہی کو کچھ مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ اگر کسی نے اور مشغلے چھوڑے تو روم و روس ہی کا قصہ لے بیٹھے۔ اخبار دیکھ رہے ہیں اور جنگ میں اپنی اپنی رائے دے رہے ہیں۔ حالانکہ روم و روس تم کو پوچھتا بھی نہیں تمہاری تجویز وہاں پہنچتی بھی نہیں۔ یہ سب بے کاری کے مشغلے ہیں۔

قلم کی غیبت

بعض لوگوں کو یہ سوجھتی ہے کہ کوئی خبر معتبر یا غیر معتبر معلوم ہوئی چٹ[7] سے اس پر ایک مضمون لکھا اور کسی اخبار کو روانہ کیا۔ یا کسی سے اپنی

---

(۱) کام (۲) کام گھڑلیتا ہے (۳) نفس کے گھڑے ہوئے کام (۴) اپنی عادت میں شامل کرلیا ہے (۵) تھوڑی سی زمین کھودی یا تھوڑی سی چھت کوئی اور حقہ پی لیا (۶) بیکار کاموں (۷) فوراً

خلاف طبع بات دیکھی یا سنی تو خواہ واقع میں وہ ٹھیک ہی ہو۔ مگر اپنے خلاف طبع ہونے کی وجہ سے اس پر ہجو آمیز[۱] بلکہ سب و شتم[۲] سے بھرا ہوا مضمون لکھ ڈالا۔ اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ کتنا اس میں جھوٹ ہے اور کتنا سچ۔ اور کیا کیا مفاسد[۳] شرعی اس میں بھرے ہوئے ہیں۔

خوب یاد رکھو جو حکم زبان کا ہے وہی قلم کا ہے۔ زبان سے جھوٹ بولنا جس طرح جائز نہیں قلم سے بھی جائز نہیں۔ زبان سے غیبت کرنا جس درجہ کا گناہ ہے اسی درجہ کا گناہ قلم سے بھی۔ کسی کی نسبت ایسی بات لکھنے میں ہے جو اس کو بری معلوم ہو۔ زبان سے جیسے فضول بکنا برا اثر رکھتا ہے اور حسن اسلام کے خلاف ہے حسب ارشاد ان من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ[۴] ایسے ہی قلم سے فضول مضامین لکھنے کا اثر ہے۔ بہت موٹی بات ہے کہ جیسے زبان ترجمان قلب ہے ایسے ہی قلم بھی ہے۔ جو بات زبان سے منع ہوگی وہ قلم سے کیوں منع نہ ہوگی۔ بلکہ قلم کے گناہ زبان سے سخت ہونے چاہئیں کیونکہ زبان کی باتوں کو ثبات[۵] اور بقا نہیں۔ زبان کی باتوں کا اثر تھوڑی دور تک پہنچتا ہے۔ یعنی صرف وہاں تک کہ جہاں تک وہ آواز پہنچے اگر کسی نے زبان سے کسی کی غیبت کی تو سننے والے دو چار یا دس پانچ ہی آدمی ہوسکتے ہیں۔ اس گناہ میں اگر شرکت ہوئی تو اتنے ہی مجمع کی ہوئی۔ غیبت کرنے والا اتنے ہی مجمع کے گنہگار کرنے کا سبب بنا اور اس شخص کی آبروریزی صرف اتنے ہی مجمع کے سامنے ہوئی۔ بخلاف قلم کے کہ اس کی آواز مشرق سے مغرب تک پہنچتی ہے[۶]۔ جتنے آدمی اس برائی میں

---

(۱) مذمت سے بھرپور (۲) گالی گلوچ سے بھرا ہوا (۳) شرعی نقصانات (۴) اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار بات کو چھوڑ دے (۵) قرار و ہمیشگی (۶) جیسے آج کل اخبارات کہ ایک جھوٹی بات لکھدی جو ہزاروں لاکھوں انسانوں نے پڑھی اور پھر آگے نقل کی تو سب کا گناہ اس لکھنے والے کو بھی ہوا

شریک ہوں گے ان سب کا سبب یہی شخص ہوگا۔ نیز اس معصیت کی کیفیت بڑھ جائیگی کیونکہ ہزاروں اشخاص کے سامنے اس شخص کی آبروریزی ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ تنہائی میں کسی کے جوتا مارنا اور اثر رکھتا ہے اور دو چار آدمی کے سامنے مارنا اور اثر رکھتا ہے۔ اور ہزار دو ہزار کے مجمع میں مارنا اور۔ اہل قلم اپنے آپ کو مرفوع[1] القلم سمجھتے ہیں۔ یہ ایسا خیال ہے جیسے آجکل کے شاعروں نے سمجھ رکھا ہے کہ شعر میں سب روا[2] ہے جو مضمون بھی برے سے برا شعر میں باندھ دیا جاوے جائز ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ایسے ہی یہ خیال بھی غلط ہے کہ قلم اور زبان میں کچھ فرق ہے۔

غور کرنے سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ قلم کے گناہ زبان سے زیادہ شدید ہیں۔ خوب یاد رکھئے کہ یہ مفاسد نظر انداز کرنے کی چیز نہیں اس کے علاج کے لیے اسباب میں غور کرنا چاہئے۔

تفریح کے نام پر گناہ

اور میں تحقیق سے کہتا ہوں کہ ان کا بڑا سبب بیکار بیٹھنا ہے۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے جو ہمارے قصبہ میں رواج ہے کہ چوپالوں اور بیٹھکوں میں جمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اس کا نام تفریح طبع اور دل بہلانا رکھا ہے۔ وہاں نہ کوئی دنیا کا کام ہوتا ہے اور نہ دین کا کام ہوتا ہے۔ سوائے ہنسی مذاق اور ان مشغلوں کے جن کا میں بیان کر چکا ہوں اور مجمع ایسا ہوتا ہے جن میں کوئی درویش نہیں کوئی بڑا نہیں کوئی عالم نہیں۔ سب مخلیٰ بالطبع[3] جمع ہیں نفسانی خواہشوں کا کوئی مانع[4] موجود نہیں۔ پھر جو کچھ بھی ہوگا وہ افعال نفس کی ہی جنس ہوگا۔ اور عادت غیبت وغیرہ

---

(۱) وہ شخص جس کا جرم قابل بازپرس نہ ہو (یعنی ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی) (۲) سب جائز (۳) آزاد طبعیت (۴) روکنے والا

کی پہلے سے پڑی ہوئی ہے۔ اور وہاں کوئی مشغلہ ہے ہی نہیں تو یہ لذیذ مشغلہ ضرور شروع ہوگا۔ اگر کسی کو ذرا تعلیم کے اثر سے یا کسی وجہ سے ان باتوں کا شوق نہیں تو وہاں بیٹھ کر کم سے کم یہی ہوتا ہے کہ زائد از کار باتیں ہوتی ہیں کہ آم فلاں باغ کے اچھے ہوتے ہیں۔ اب کے بارش اچھی ہوئی ہے۔ باغوں میں لطف آرہا ہے کھیل کود کا موسم ہے وغیرہ وغیرہ۔

حرمان ذکر

یہ یاد رکھئے کہ زائد از کار باتیں غیبت اور جھوٹ کے درجہ کی بری نہ سہی تاہم فی نفسہ بری ہیں اور منکرات اللسان[1] میں داخل ہیں حدیث میں ہے "ما جلس قوم مجلسا لم یذکروا اللّٰہ فیہ الا کانت علیھم ترۃ یوم القیمۃ"۔ یعنی کوئی جماعت نہیں بیٹھتی کسی جگہ کہ اس میں خدا کا نام نہ لیں۔ مگر کہ یہ بیٹھنا قیامت کے دن ان کے واسطے حسرت ہوگا۔ تضیع وقت پر افسوس کریں گے وقت وہ چیز ہے کہ اس کی قدر جب ہی سمجھ میں آئے گی کہ جب یہ ہاتھ سے نکل جائے گا زبان اس وقت ہمارے قبضہ میں اور قابو میں ہے۔ اس واسطے قدر نہیں۔ جب زبان قابو میں نہ رہے گی تو یہ چاہیں کہ ایک دفعہ اتنا قابو پھر مل جائے کہ ایک دو بار اللہ کہہ لیں اس وقت معلوم ہوگا کہ ذکر اللہ کیا چیز ہے۔ یہ قدر تو ذکر کی باعتبار نتیجہ کے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لذیذ بھی اس قدر ہے کہ اور باتوں میں اس کے سامنے حظ[2] بھی نہیں آسکتا اور باتوں میں آدمی جب ہی تک پڑتا ہے جب تک کہ اس کے حظ سے واقف نہیں۔ ذکر کی عادت ڈالئے تو خود منکرات[3] لسان بھی چھوٹ جائیں۔ ان منکرات میں لطف جب ہی تک ہے کہ جب تک ذکر کا ذائقہ نہیں چکھا۔ اگر ایک ہفتہ ذکر کے عادی ہوجائے تو فضول باتیں ایسی لگیں جیسے گولی لگ

---

(۱) زبان کے منکرات (۲) مزہ (۳) زبان کی ممنوع باتیں

گئی- تو ذکر کو چھوڑ کر بیکار باتوں میں رہنا فساد حس[1] ہے اور کوئی معمولی بات نہیں- منکرات کا اثر قلب پر برا پڑتا ہے تو چوپالوں میں بیٹھ کر اور منکرات سے بچے بھی تو اس منکر میں تو ضرور ہی پڑو گے- اور یہی کیسے تسلیم کر لیا جاوے کہ اور منکرات سے بچے رہے کسی میں بذات خود اور کسی میں دوسرے کے ساتھ ضرور شرکت ہوتی ہے- جب زائد باتوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ذکر جیسی چیز سے حرمان[2] ہوتا ہے تو غیبت اور ناجائز باتیں تو کس درجہ میں ہوں گی- ان چیزوں کی برائی کچھ اس حدیث سے معلوم ہو سکتی ہے-

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت صفیہؓ کی نسبت (جیسا کہ سوکنوں میں ہو جاتا ہے) صرف اتنا کہا کہ یہ کس قدر پست قد ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر دریا پر ڈال دیا جائے تو اس کو مغلوب کر دے- یہ اس ایک کلمہ کی برائی ہے- جس کے لوگ دن رات عادی ہیں اور بیٹھکوں اور چوپالوں میں اور مجمعوں میں سوائے اس کے کوئی شغل ہی نہیں- اور اسی سے طبیعتیں مالوف[3] ہو گئیں ہیں حتی کہ اگر کوئی ان باتوں سے مجمع میں احتراز کرنا چاہے تو یقیناً اس کی زبان اتنی نہیں چلے گی- جتنی کہ ان باتوں کے کرنے والے کی چلے گی- تو مجمع والے بطور تمسخر کہتے ہیں آپ تو ولی اللہ ہیں آپ نے ناحق تکلیف کی- مجمع میں آنا کیا ضرور تھا مسجد ہی میں بیٹھے رہے ہوتے-

اس لفظ میں غور کیجئے ظاہراً تو مہذب ہے مگر در حقیقت تہذیب سے بالکل خارج ہے- اس کے معنی حقیقی یہ ہیں کہ تم ہماری صحبت کے قابل نہیں- ہمارے لطف کو کیوں مکدر کر دیا- کیا تہذیب ہے کہ ایک شخص کو مجمع میں ذلیل کیا جائے- یہ لفظ اس کے واسطے تو صدائے غیب ہے- اور فال نیک- مگر آپ

---

(۱) اچھے برے کی تمیز نہ ہونا (۲) محرومی ہوتی ہے (۳) عادی ہو گئی

کے واسطے نہایت سخت لفظ ہے۔ اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ آپ ولی اللہ نہیں ہیں نہ ولی اللہ کے پاس بیٹھنے سے خوش ہیں۔ جب ولی اللہ نہیں اور نہ ہونا چاہتے ہیں تو ولی شیطان ہوئے۔ اس سے آپ کا خود اقرار ثابت ہوا کہ آپ کی نشست گاہیں مجالس[۱] خیر نہیں۔ مجالس شر[۲] ہیں۔ یہ لفظ بالکل کلمۃ حق ارید[۳] بہ الباطل کا مصداق ہے اور عجب نہیں کہ بل یکب الناس علی جبا ھھم فی النار الا حصائد السنتھم میں داخل ہو۔ آپ اس سے تمسخر کرتے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ جو شخص اپنی زبان کو روکتا ہے وہ اپنے دل سے بات کرتا ہے۔ اس کے دل میں وہ دولت ہے کہ آپ کے ہزار طعنہ گوارا ہیں اور اس کا چھوڑنا گوارا نہیں۔ اور جتنا کہ آپ اس سے تنگ ہوئے وہ اس سے زیادہ آپ سے تنگ ہوتا ہے۔ اتنا فرق ہے کہ آپ اپنی تنگی ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکے اور وہ اپنی تنگ دلی بھی ظاہر نہیں کرتا۔ کہ مبادا زبان سے کوئی کلمہ ایسا نکل جائے جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ اور منکرات[۴] لسان کی جنس سے ہو۔ ایسا شخص آپ کو نظر میں بے وقوف ہے۔

کم گوئی سے علم باطن

اور عنداللہ[۵] بڑا عقل مند ہے اس کے دل میں حکمت کا بیج بویا جارہا ہے حدیث میں ہے۔ اذارأیتم العبد یعطی زھداًفی الدنیا وقلۃمنطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ۔ یعنی جب کسی بندے کو تم دیکھ لو کہ دنیا سے اس کو بے رغبتی ہوتی جاتی ہے اور کم گوئی پسند کرتا ہے تو اس سے قرب حاصل کرو۔ کیونکہ اس کے قلب میں حکمت القاء ہوتی ہے۔ اور حکمت کے معنی ہیں علم باطن۔ خیال کرنے کی

---

(۱) اچھی مجلسیں (۲) بری مجلسیں (۳) کلمہ تو سچ ہے اس سے ارادہ باطل کیا گیا ہے (۴) زبان کی ممنوع باتیں (۵) اللہ کے نزدیک

بات ہے کہ جس کے دل میں نور اور علم القاء ہوتا ہو وہ غیبت اور زبان کے گناہوں کو کب پسند کرسکتا ہے وہ تو ان سے ایسا گھنائے[1] گا جیسا کہ کوئی نجاست سے گھناتا ہے۔ وہ غیبت کے شبہوں میں بھی پڑنا نہ چاہے گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی غیبت ہے کہ کسی کے مکان میں یا گھوڑے میں یا اولاد میں یا اور کسی چیز میں یا اس کے متعلقات میں سے کسی چیز میں عیب نکالا جائے۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ آج کل کے محتاط لوگ بھی اس کا کم خیال رکھتے ہیں۔ اور جہاں پچمیل[2] مجمع ہوتا ہے وہاں کا تو ذکر ہی کیا۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ علاج اس کا یہ ہی ہے کہ لوگوں سے علیحدہ رہے۔ جب لوگوں سے میل ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ ان مفاسد کا دخل ہو ہی جاتا ہے۔ حتی کہ لوگ جن بزرگوں کے پاس ان کے چھوٹے بن کر اور دین سیکھنے کے واسطے جاتے ہیں۔ وہاں بھی غیبت سے نہیں چوکتے۔ تیری میری شکوہ شکایت ضرور کرتے ہیں۔ اور اس سے اس طرح بھی چھٹکارا نہیں ہوتا کہ وہ بزرگ کان میں تیل ڈالے چپکے بیٹھے رہیں۔ اگر چپ بیٹھتے نہیں تو غیبت کرنے والے منتظر رہتے ہیں کہ یہ بھی اس میں کچھ کہیں۔ اگر کچھ نہ کہیں تو بڑی بے لطفی ہوتی ہے۔ اور دوسری جگہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم فلاں کے پاس گئے تو وہ بات بھی کرنا نہیں جانتے۔ بالکل مٹی کے تھوے[3] یا گوبر کے ڈھیر ہیں خود تو گنہگار تھے ہی دوسرے کو بھی اپنے ساتھ گنہگار کرنا چاہتے ہیں۔ دین کے علاوہ یہ لوگ عقل سے بھی تو کام نہیں لیتے۔ عقلی قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس کام کا ہو اس سے وہی کام لینا چاہیے۔ موچی سے موچی کا کام، درزی سے درزی کا کام، حلوائی سے حلوائی کا کام لینا صحیح طریقہ ہے۔ اور جب ایک سے دوسرے کا کام لیا جاوے تو کام لینے والا تو عقل سے خارج ہے ہی۔ وہ کام بھی اچھا نہیں

---

(۱) گھن کریگا (۲) ہر مزاج کی لوگ جمع ہوں (۳) مٹی کا تودہ

ہوسکتا- دنیا میں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جوتا گٹھوانے کے واسطے درزی کے پاس چلا گیا ہو- وجہ کیا ہے- کہ جانتے ہیں درزی کا کام اور ہے موچی کا کام اور- مگر تعجب ہے کہ اہل اللہ کے پاس جاکر یہ نہیں یاد رہتا کہ ان کا کام کیا ہے- اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو ان کے کام کو نہ پہچاننا، یا پہچاننا مگر ان کی وقعت نہ کرنا- اور ان کی وقعت نہ کرنا درحقیقت ان کے کام کی-- وقعت نہ کرنا ہے ان کا کام دین سکھلانا ہے- تو یا تو آپ نے تمیز نہیں کیا کہ دنیا اور دین دو چیز ہیں- اور یا تمیز کیا مگر دین کی وقعت ذہن میں نہیں اور دنیا کی وقعت ہے کہ ان کے لیے بھی یہی چاہتے ہو کہ اس بے وقعت چیز میں کیوں ہیں- ہماری باوقعت چیز میں کیوں نہ شامل ہوں- ان دونوں صورتوں میں کیا کہوں، سواء اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون.

کبھی یہ نہیں سنا کہ درزی کے پاس جاکر یہ خواہش کی ہو کہ چمار کا کام کرنے لگے- اس خیال سے کہ چمار کا کام بہت ذلیل ہے- پھر نہ معلوم کہ دین کو درزی کے کام کی بھی برابر نہیں سمجھا کہ دینداروں کے پاس آکر یہ خواہش ہوتی ہے کہ دین چھوڑ کر دنیا میں مبتلا ہوں-

صاحبو! جب اہل اللہ کے پاس جاؤ تو ان سے دین سیکھو- اگر اس کی بھی توفیق نہ ہو تو خاموش ہی بیٹھے رہو اور خدا کے واسطے یہ تو نہ کرو کہ ان کو اپنی دنیا سکھاؤ اور دنیا بھی کون سی دنیائے قبیح[1] ومذموم یعنی غیبت و دیگر[2] گناہ-

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں[3]-

آپ اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں کہ کسی کی شکوہ شکایت کریں- ان کے دل سے پوچھو کہ وہ تلوار سے زخمی کرنے کو برا نہیں سمجھتے، جتنا گناہ میں ڈالنے کو سمجھتے ہیں- آپ کی تفریح طبع کے اور بہت موقع ہیں- یہ کیا ضرور ہے کہ ان کے مجلس

---

(۱) بری اور ناپسندیدہ دنیا (۲) دوسرے (۳) مجھے تجھ سے بھلائی کی امید تو ہے نہیں مجھے برائی کیطرف تو نہ لیجا

بھی آپ ہی کی سی مجلس ہو۔ آپ کو چاہیئے کہ ان سے خاموشی سیکھیں، نہ کہ آپ ان سے بھی خاموش چھڑاتے ہیں۔ وہ تو بوجہ دین کے خاموش ہیں دین سے قطع نظر کرکے دنیا والوں کو دیکھو۔ بلکہ ان لوگوں کو کہ جو دھرے اور گمراہ کہے جاتے ہیں، مگر دنیا میں عقل مند مانے جاتے ہیں۔ ان میں سے بھی کسی کا قول آپ نہیں دکھا سکتے کہ بک بک کرنا اچھی چیز ہے۔ جس نے کہا یہی کہا ہے کہ خاموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید[1]۔ آپ اہل اللہ کو کم سے کم اپنے حال پر چھوڑ دیجئے ان کو آپ کے کچھ بتلانے سکھلانے کی ضرورت نہیں، ان کو حق تعالیٰ نے بہتیرا سکھلادیا ہے انہوں نے تو یہ پڑھا ہے لیقل احدکم خیرا اولیصمت یہ حدیث ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان کو چاہیئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ آپ ان کو مٹی کا تھوا یا گوبر کا ڈھیر کہئے۔ ان کی آپ کے مدح[2] وذم پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ ان کی نظر اس پر رہتی ہے کہ یہ حالت ان کی حق تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے یا نہیں۔ تو دنیا بھر کچھ بکا کرے ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی حالت نا پسندیدہ ہو تو اس پر جان لڑادینے کے لیے تیار ہیں۔ غرض آپ ان کی اصلاح نہ کریں۔ اگر آپ ان کو اچھا سمجھیں تو ان کے پاس جائیں ورنہ اس کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ مگر یہ نہ کریں۔ کہ انکو بھی جا کر تباہ کریں وہ کبھی خلوت[3] سے نکلنا پسند بھی نہ کرتے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ان کو حکم نہ ہوتا حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو آپ کی اصلاح کے واسطے مامور کیا ہے اس نعمت کی قدر یہ ہے کہ آپ ان سے اپنی اصلاح سیکھیں، جہاں بہت سا وقت چوپالوں اور بیٹھکوں میں قیل و قال[4] میں گذرتا ہے وہاں تھوڑا وقت ان کے

---

(۱) خاموشی ایسا معنی رکھتی ہے جو گفتگو میں نہیں آسکتے (۲) تعریف و برائی (۳) تنہائی (۴) ادھر ادھر کی باتوں (کھاسنی میں)

پاس خاموشی سے گذاریئے۔

مجلس آرائی کے مفاسد

دو ہی چار دفعہ میں معلوم ہوجائیگا کہ مجلس آرائی اچھی ہے یا گوشہ نشینی[1] مجلس آرائی کا شوق جب ہی تک ہے جب تک خلوت کا مزہ نہیں پایا۔ اور جب تک کہ مجلس آرائی کے مفاسد[2] پر نظر نہیں پڑی۔ میں کہتاہوں کہ مجلس آرائی مت کرو۔ ہر گز نہیں۔ ہر گز نہیں ہوسکتا کہ مجلس آرائی کر کے مفاسد سے بچ سکو۔ مولانا فرماتے ہیں۔

قعر چہ بگزید ہر عاقل است
زانکہ در خلوت صفابائے اوست[3]

اگر کوئی کنویں میں بھی رہنے لگے تو گناہ سے توبچ جائے گا۔ دنیا سے گیا سہی، دین تو غارت نہ ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں کچھ آدمی دیکھے کہ ان کے ناخن تابنے کے اور وہ ان ناخنوں سے اپنا منہ نوچ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ اسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ غیبت کرنے والے ہیں۔ یہ ہیں تحفے آپ کی مجالس کے ۔مگر آپ اس مجلس آرائی اور فضولیات کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ جہاں چھوٹے بن کر بھی جاتے ہیں، یعنی بزرگوں کی خدمت میں، وہاں بھی اپنا اثر ڈالنا چاہتے ہیں اور جو آپ کی مجلس میں برابری کے ساتھ یا چھوٹا بن کر پہنچے، اس کو تو کیا کچھ آپ فیض پہنچادیں گے۔ یہاں سے اس کا جواب نکل آیا، جو بعض شوخ طبیعت کہتے ہیں کہ ہم چوپالوں اور بیٹھکوں میں ان مفاسد میں مبتلا ہیں تو علماء کو چاہیئے کہ تشریف لاویں اور ہماری اصلاح کریں۔ وہ تشریف جب لاسکتے ہیں کہ ان کو خود

---

(۱) تنہا بیٹھنا (۲) برائیوں (۳)

مفاسد میں پڑجانے کا خوف نہ ہو۔ چوپالوں میں یہ مرض متعدی[1] ایسا پھیلا ہوا ہے کہ کوئی جا کر اس کا دفیعہ[2] تو کیا کرے، خود ہی اس میں مبتلا ہوجاوے گا۔ قطع نظر اس کے علماء کے ذمہ تو دوسروں کی اصلاح آپ رکھتے ہیں اور اپنے ذمہ اپنی اصلاح بھی نہیں رکھتے۔ از روئے انصاف تو آپ کو چاہئے کہ اپنا مرض محسوس کریں اور علماء سے اصلاح کے طالب ہوں۔ اور یہ بھی نہ سہی، اتنا ہی آپ وعدہ کریں کہ ان کو اپنے رنگ میں نہ رنگیں گے۔ تب بھی علماء اس خدمت کے لیے تیار ہیں اور جب یہ بھی نہیں تو ان کی جوتی سے "ہر کس بخیال خویش خبطے دارد[3]"۔ یہ آپ کی مجالس کے مفاسد ہیں جن کی اصل بیکاری ہے یہ سب باتیں بیکاری میں پیدا ہوتی ہیں اس کی عادت چھوڑئیے اور اول تو دین کے اور نہ ہوسکے تو دنیا کے مباح[4] کاموں میں لگے رہئے، تو غیبت وغیرہ سے توامن رہے گا۔

چغل خوری

ایک شاخ غیبت کی چغل خوری ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کی کوئی شکایت آمیز بات دوسرے کو پہنچائی جاوے۔ غیبت تو مطلق کسی عیب کی نقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور چغلی وہ غیبت ہے جس میں شکایت بھی ملی ہوئی ہو۔ تو وہ دس گناہ بدلہ لینے کو تیار ہوجاتا ہے۔ پس دونوں میں لڑائی ہوجاتی ہے۔

میان دو کس جنگ چوں آتش ست ۔ سخن چین بد بخت وہیزم کش است[5]

اگر غور سے دیکھا جائے تو چغلی بھی اکثر بے بنیاد ہوتی ہے۔ سننے والوں سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ اس پر کیسے عمل کرلیتے ہیں۔ جس شخص کی عادت چغلی

---

(۱) ایک سے دوسرے کو لگنے کا مرض (۲) دور (۳) جو اس خیال میں مبتلا ہے احمق ہے (۴) جائز (۵) دو آدمیوں کے درمیان جنگ مثل آگ کے ہے۔ لگائی بجھائی کرنے والا بدبخت ہے اور آگ میں مزید ایندھن جھونکنے والا ہے

کھانے کی ہے وہ ایک ہی جانب کی چغلی نہیں کھائے گا۔ بلکہ تمہاری بات بھی اس کے سامنے لگائے گا۔ اگر اس چغلی کو سچ سمجھا ہے، تو اپنے اس عیب کو بھی سچ سمجھنا۔ مگر یہ کوئی نہیں کرتا۔ دوسرے کی شکایت کو تو سمجھ لیتے ہیں کہ ضرور کچھ اصل ہوگی۔ جب تو ہم سے کسی نے کچھ آکر کہا۔ تو اسی طرح اپنی بات کو بھی سمجھو کہ کچھ تو اصل ہوگی جب تو دوسرے تک پہنچی۔

غرض! چغلی کھانا، اور چغلی کھانے والے کی بات پر یقین کرلینا، دونوں بے عقلی کی بات ہیں۔ اس مرض سے بھی بہت بچنا چاہیے۔ یہ عادت بھی عورتوں میں زیادہ ہے کہ ایک کی بات دوسرے کو ضرور پہنچاتی ہیں۔ اور یہ کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ اچھی طرح سمجھ کر بات کو روایت[1] کریں آدھی بات سنی اور دوسری جگہ جالگائی۔ کہ فلانی تجھے یوں کہہ رہی تھی۔ اس کی خرابیاں بیان کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں سب کو معلوم ہیں۔

زہر آلود مٹھائی

اور میں غیبت کے بیان میں بہتیرا[2] کہہ چکا ہوں اب میں ایک اور مشغلہ کا بیان کرتا ہوں جو شعبہ اسی عیب گوئی[3] وعیب جوئی کا ہے۔ اور جس میں بہت سے پڑھے لکھے آدمی بھی پڑے ہوئے ہیں اور اس کے مفاسد پر تو نظر کیسی، اس کو اچھا کام سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہے اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کی اصلاح کے در پے ہوتے ہیں۔ یہ بادی النظر[4] میں ایک عمل صالح معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں ایک شیطانی دھوکہ ہے اس وقت میں اپنا مخاطب ان لوگوں کو بناتا ہوں جو اس کے اہل نہیں ہیں۔

اصلاح فی نفسہ[5] عمل صالح اور مامور بہ[6] ہے لیکن نہ ہر شخص کے

---

(۱) بیان (۲) بہت کچھ (۳) عیب نکالنا (۴) سرسری نظر میں (۵) اپنی ذات کی اعتبار سے (۶) حکم دی گئی

لیے اس کام کو وہ انجام دے جو پہلے اپنی اصلاح پر قدرت رکھتا ہو اور رہے عالم لوگ، تو ان کی اس میں بھلائی نہیں بلکہ برائی ہے اور برائی بھی بہت خفی[1] ہے۔ جس پر بہت گہری نظر والا اطلاع پاسکتا ہے۔ وہ خفی برائی یہ ہے کہ در حقیقت اصلاح نہیں عیب جوئی ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ بعض لوگ غیبت اور عیب جوئی وغیرہ سے احتراز کرنا چاہتے ہیں۔ اور شیطان ان کو بہت ترکیبوں سے اس میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی داؤ نہیں چلتا تو یہ سمجھاتا ہے کہ دوسرے کی اصلاح کرو۔ بنظر عیب[2] جوئی نہ سہی بنظر اصلاح اس کے حالات میں غور کرو۔ یہ ایسا دھوکہ ہے کہ اس سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس دام[3] میں آکر دوسروں کے عیوب پر نظر ڈالنے کی عادت ہوجاتی ہے۔ اور دل میں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ ہم عیب جوئی تھوڑا ہی کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی اصلاح کے درپے ہیں۔ جہاں کہیں بیٹھے ہیں ان عیبوں کو ذکر کرتے ہیں اور اچھی طرح غیبت کرلیتے ہیں۔ ہاں آخر میں دل کو تسلی دینے کے لیے اور اپنی برات قائم رکھنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ بھائی خدا اس کے حال پر رحم کرے یہ عیب اس میں ہے ان کو دیکھ کر بڑا دل دکھتا ہے۔ ہم بطور غیبت کے نہیں کہتے، بلکہ ہم کو ان سے تعلق ہے۔ یہ برائیاں دیکھ کر ہم کو رحم آتا ہے۔ خدا کرے یہ برائیاں کسی طرح چھوٹ جائیں۔ سبحان اللہ! بڑے خیر خواہ ہیں۔ سر سے پیر تک تو اس کا گوشت کھالیا۔ مجمعوں میں اس کو ذلیل کیا اور ایک کلمہ سے بری ہوگئے۔

صاحبو! یہ سب نفس کی چالیں ہیں۔ اس سے آپ کو دو نقصان پہنچتے ہیں۔ ایک اپنی اصلاح سے رہ جانا دوسرے غیبت وغیرہ معاصی[4] میں پڑنا اور چونکہ اس کی برائی بھی نظر میں نہیں ہے اس واسطے اس بلا سے نکلنا بھی بڑا مشکل ہے۔

---

(۱) پوشیدہ (۲) عیب ڈھونڈیئے (۳) جال میں پھنس کر (۴) گناہوں

طاعت کے پیرایہ میں معصیت[1]

میں آپ کو ایک پہچان بتلائے دیتا ہوں، جس سے اگر آپ کام لیں گے تو ان شاء اللہ ان دھوکوں میں نہ پڑیں گے۔ وہ یہ ہے کہ یاد کر لیجئے کہ طاعت میں لذت نفس نہیں ہوتی۔ اور جس کام میں لذت نفس ہو وہ طاعت نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ ہمارا فعل غیبت اور طعن ہوا یا نہیں، تو انصاف کے ساتھ حالت نفس کو تلاش کیجئے۔ کہ ان بیانات کے وقت آپ کو لذت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر لذت حاصل ہوتی ہے تو کھٹک جائے کہ اس میں نفس کی چال پوشیدہ[2] ہے اور یہ عمل شیطانی ہے۔ طاعت نہیں ہے اس کی ایک بہت موٹی پہچان یہ ہے کہ ان عیوب کو بار بار کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر وہ معصیت نہ ہوتا تو وہ آپ کی زبان پر ایسے آتا کہ جیسے آپ کا کوئی بیٹا نالائق ہو اور برے افعال[3] میں مبتلا ہو اور آپ کو تنگ کرتا ہو۔ اس کے عیب آپ کی زبان پر ہر جگہ نہ آئیں گے۔ بلکہ ان کے زبان پر آنے سے آپ کا دل دکھے گا۔ اور خفت[4] بھی ہوگی۔ اور حتی الامکان یہ چاہیں گے کہ یہ عیب کسی پر ظاہر نہ ہوں۔ اور اس کو مناسب طریق سے اور تنہائی میں آپ سمجھائیں گے کہ یہ حرکتیں نازیبا ہیں ان کو چھوڑ دو۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ آپ ان عیبوں کو جگہ جگہ گاتے پھریں۔ اصلاح اس کو کہتے ہیں۔ اگر آپ کو اس شخص کی اصلاح کرنی ہے۔ جس کی غیبت میں آپ مبتلا ہیں تو دوسروں کے سامنے اس کے عیب ظاہر کرنے سے کیا فائدہ۔ اس کو تنہائی میں سمجھائیے، اور اسی طرح سمجھائے جیسے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو اثر آپ کے دس جگہ ان عیبوں کے مجمع میں ذکر کرنے سے ہوتا اس سے زیادہ ایک جگہ علیحدہ گی میں سمجھانے سے ہوگا۔ یہ عمل ممتحن[5] اور ماثور[6] ہے۔ اور

---

(۱) گناہ (۲) چھپی ہوئی (۳) کاموں (۴) شرمندگی (۵) امتحان کیا ہوا (۶) منقول

اگر اس کی ہمت نہیں ہوتی کہ اس کو تنہائی میں سمجھائیں بلکہ مجمعوں میں اس کے عیبوں کو ظاہر کرنے میں لطف آتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ یہ وہی شیطان کا دھوکہ ہے۔ جو زہر آلود مٹھائی کا کام دیگا کہ حلق، سے اترتے تک تو اچھی معلوم ہوتی ہے، اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی حالت یہ ہوگی۔ کہ۔

تو ان بحلق فرو بردن استخوان درشت
ولے شکم بدرو چوں بگیرد اندر ناف[1]

اس خبط میں عورتیں بہت پڑی ہوئی ہیں شاید ہی کوئی بھلی مانس اس سے خالی ہو۔ دوسرے کی عیب جوئی ان کی طینت[2] میں داخل ہے۔ ذرا سا بہانہ چاہیئے کہ دوسرے کے کاموں میں گھس بیٹھیں۔ اگر کسی میں کچھ دنیا کا عیب ہو تو اس پر ان کی نظر ضرور پڑے گی۔ اور اگر دنیا کا نہ ہو اور دین کا ہو تو چاہے اپنے آپ اس سے سینکڑوں درجہ بد تر گناہوں میں مبتلا ہوں مگر اس پر طعن کر ہی دیں گی۔ اپنے آپ چاہے روزہ نماز قضا ہوتی ہو مگر دوسرے کسی کو ایک دن دیکھ لیں کہ نماز دیر سے پڑھی تو چٹ سے ٹوک دیں گی کہ یہ تو مولوی بنتے ہیں، نماز تک وقت پر پڑھتے نہیں، اور جو ان سے کہو کہ یہ عیب جوئ ہے، تو کہتی ہیں کہ کیا نماز کے لیے بھی کہنا برا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ یہ کہنا نماز کے لیے نہیں ہے بلکہ طاعت کے پیرایہ میں معصیت ہے۔ اور اس میں وہی گہرا مکر شیطان[3] کا پوشیدہ ہے جس کو میں نے ابھی بیان کیا۔ کہ اپنی نماز قضا کرنے میں مبتلا ہے ہی، دوسرے کی عیب جوئی کے گناہ میں بھی مبتلا کرتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کو نماز پر تنبیہ و تاکید نہ کرو۔

---

(۱) سخت بڈی کو حلق سے اتارنا تو ممکن ہے لیکن پیٹ کو پھاڑ دیتی ہے جب ناف تک پہنچتی ہے (۲) طبیعت (۳) شیطان کی گہری چال

بلکہ یہ کہتا ہوں کہ دوسرے کو جتنی تاکید کرو اتنی اپنے آپ کو بھی تو کرو۔ یہ کیسا امر بالمعروف[۱] ہے۔ کہ دوسرے کو تو نماز دیر سے پڑھنے پر ملامت کی جاتی ہے اور اپنے آپ برابر نماز قضا ہونے پر بھی کچھ خیال نہیں ہوتا۔ بس سمجھ لو کہ امر و نہی کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف شیطان نیکی کے پیرایہ میں برائی کراتا ہے۔ بے نماز تو پہلے سے بنا رکھا ہے جو حق اللہ تھا۔ اب حق العبد میں بھی مبتلا کرتا ہے اور اس پیرایہ سے کہ پتہ بھی نہ چلے۔ بعض بد طینت ایسے ہوتے ہیں کہ ہر شخص کے کاموں میں گھستے ہیں۔ اور اس سے بھی بحث نہیں کہ کوئی کام اچھا ہے یا برا۔ ایک نہ ایک عیب نکال دیتے۔ غرض! حتیٰ کہ اگر کوئی عیب نہ ملے تو یہ ہی سہی کہ اگر نیک ہیں تو اپنے لیے ہمیں کیا۔ اور آپ نیک بن گئے تو کیا، فلاں رشتہ دار ان ہی کے کیسے ہی خراب لوگ ہیں، ان کو نہیں درست کیا جاتا۔ اپنے آپ ولی بنتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تمہیں کیا اگر ان کے رشتہ دار برے ہیں تو کیا انہوں نے برا کردیا ہے، اور اگر ان میں یہ تاثیر ہے کہ دوسروں کو برا کردیتے ہیں تو تم ان سے بچتے رہو، کہیں تمہیں بھی برا نہ کردیں۔ یہ بہت بری حالت ہے۔ جتنا وقت اور خیال آدمی دسروں کے تجس میں صرف کرتا ہے، اگر اتنا اپنے تجس میں صرف کرے تو نہ معلوم کہاں پر تپہنچے۔

ان مشغلوں کو چھوڑو۔ قصہ خود آں چناں است کہ فرصت نمی دہد[۲]۔ اپنی فکر کرو۔ دوسرے کی بات کہنا تو در کنار سنو بھی مت، اس میں دنیاوی نقصان بھی تو ہے۔ تم نے اگر کسی کی شکایت توجہ سے سن لی تو کیا تمہیں اطمینان ہے کہ وہ شکایت کرنے والا تمہاری شکایت دوسرے کے پاس نہیں لے جاویگا۔ ضرور لے جاویگا۔ پھر تم سے اور اس سے لڑائی ہوگی۔

... فرصت نہیں ملتی

امراض روحانی کا انسداد[1]

اس کے انسداد کا طریقہ یہی ہے کہ تم کسی کی بات مت سنو بلکہ اپنے حالات میں غور کرو۔ اپنے عیبوں کی تلاش کرو۔ اور ان کی اصلاح کے در پے رہو[2]۔ ہم لوگوں نے یہ عادت ہی چھوڑ دی ہے، اس واسطے اپنے عیب نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ اگر ذرا بھی عادت ڈالیں تو اپنے بھی عیب نظر آنے لگیں۔ پھر اس وقت دوسروں کی عیب جوئی ایسی معلوم ہونے لگے کہ اپنے بدن پر تو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں، اور دوسرے کی مکھیوں کی فکر ہے۔ واللہ! تمہارے اندر اتنے امراض ہیں کہ تمام عمر گھسیٹتے گھسیٹتے مشکل سے نکلیں گے، کیونکہ یہ امراض باطنی ہیں جب کسی کے سر میں درد ہوتا ہے جو امراض جسمانی میں سے ہے، اور وہ بھی ایک عضو میں، تو اس کے ازالہ[3] کے لیے کتنی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں اور کتنی دیر لگتی ہے۔ طبیب کے پاس جانا پڑتا ہے وہ نسخہ لکھتا ہے ایک پینے کا نسخہ ہوتا ہے اور ایک لیپ[4] کا نسخہ ہوتا ہے کچھ دیر دوا خریدنے میں لگتی ہے کچھ بنانے میں۔ جب ایک درد سر کا یہ حال ہے تو ان امراض کی نسبت کیا کہا جاوے کہ جن کا آپ کو خود حس[5] بھی نہیں۔ امراض جسمانی تو ایسی چیز ہیں کہ ان کی تکلیف ضرور محسوس ہوتی ہے اور وہ مجبور کرتی ہے کہ انسان اس کی تدبیر کرے۔

ادراک امراض

اور امراض باطنی ایسی چیز ہیں کہ بجائے اس کے کہ ان کی تکلیف محسوس ہو۔ ان میں اور آرام و لذت حاصل ہوتی ہے۔ پھر کسی کو کیسے معلوم ہو کہ مجھ کو یہ مرض ہے۔ اور تدبیر کیسے ہو۔ طبعاً تو اس کی حس ہونے سے رہی۔ ہاں اپنے اختیار سے محسوس[6] کیجئے۔ اور اسی کی حق تعالیٰ نے تکلیف دی ہے۔ آپ

---

(۱) روک تھام (۲) اصلاح کی فکر کرو (۳) دور کرنے (۴) جسم پر لگانے کی دوا کا نسخہ (۵) احساس (۶) یعنی اپنے اختیار سے امراض روحانیہ کو محسوس کر کے اسکا علاج کسی شیخ کامل سے کرائیں اسی بات کا اللہ نے حکم دیا ہے

جب تک قصد[1] نہ کریں گے اصلاح کیسے ہوگی۔ اس کے لیے حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور ان کے بعد ان کے نائبین کو مقرر فرمایا۔ مگر یہ خوب یاد رکھیے! کہ امراض جسمانی کی طرح آپ کی طبیعت میں ان امراض کا حس نہیں دیا۔ یہاں اختیار کو دخل رکھا ہے۔ ہاں۔ برے بھلے کے واضح کردینے کا ذمہ لیا ہے۔ اور جب آپ ارادہ کریں تو مدد دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔ تو اپنے اختیار کو کام میں لائیے اور کوشش کیجیے اور ان امراض کی ایک ایک کی تلاش کیجیے ان امراض کے معلوم کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ کتابوں کو پڑھیے یا پڑھنے والوں کی صحبت میں بیٹھیے۔ تھوڑے دنوں میں آپ کو وہ امراض ایسے نظر آنے لگیں گے جیسے آئینہ میں اپنی صورت کا برا بھلا نظر آجاتا ہے اس وقت معلوم ہوگا کہ جن عادات سے ہم مالوف[2] تھے۔ وہ حقیقت میں داغ[3] دیتے تھے۔ مثلاً چغل خوری۔ جو شخص اس کا عادی ہے اس کو اس میں کیسا مزہ آتا ہے کہ بلا اس کے گویا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ اور جب وہ اس کو چھوڑ دے اور وہ عادت اس کی بدل جائے، تو کہتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ[4] کیسی گندی عادت تھی اور مجھے کیوں مزہ آتا تھا۔ ایسے ہی تمام منہیات[5] کی حالت ہے۔ کہ جب تک آدمی ان کا عادی ہے اس میں کیفیت آتی ہے۔ اور جب خدا فضل کردے اور کسی کی صحبت نصیب ہوجائے یا کسی ذریعہ سے ان کو تنبیہ ہوجائے، تو ان سے ایسا ہی گھنیاتا[6] ہے جیسے پیشاب و پاخانہ۔ غرض! معاصی سب نفس الامر[7] میں برے اور گھنیانے کی چیز ہے۔ مگر عادت نے اس کا حس مٹا رکھا ہے۔ کوشش کر کے اس حس کو

---

(۱) ارادہ (۲) مانوس (۳) عیب لگائے تھے (۴) ناپسندیدہ بات کے اظہار کے لئے بھی جبکہ بولاجاتا ہے یہاں ناپسندیدہ گی کے اظہار ہی کے لئے بولا گیا ہے ویسے اسکے معنی یہ ہیں مجھ مجھ میں گناہ سے بچنے اور نیکی کرنیکی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالی کی مدد سے (۵) وہ تمام باتیں جن سے منع کیا گیا ہے (۶) گھن کرتا ہے (۷) اپنی ذات کے اعتبار سے

لوٹاۓ۔

چغلی کی خاصیت

اور یقین سے جان لیجئے کہ جو اثر معاصی کا نصوص[1] میں وارد ہوا ہے وہ ضرور واقع ہوگا۔ تو کیا اچھی بات ہے کہ اثر مرتب ہونے سے پہلے ان سے بری ہوجاؤ۔ چغل خوری کے بارہ میں فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ لا یدخل الجنۃ قتات یعنی نہ داخل ہوگا جنت میں چغل خور۔ یہ کیسی سخت وعید ہے۔ مسلمان کی تو ساری تمنائیں اور آرزوئیں اس پر ختم ہیں کہ جنت ملنے والی ہے۔ اور یہاں خبر میں صاف انکار ہے۔ کہ جنت نہ ملے گی۔ گویا تمام حوصلوں کی پست کردینے والی وعید ہے۔ اس میں جس قدر مبتلا ہیں اس کو کہاں تک بیان کروں۔ زیادہ تر وجہ عورتوں میں آپس کے بگاڑ کی یہی چغل خوری ہے۔ اس میں ذاتی خاصیت ہے کہ کچھ نہ کچھ اثر لاتی ہے۔ جب کسی سے چند بار شکایت کی جائیگی تو کچھ تو اثر ہو ہی گا۔ اس واسطے اہل اللہ نے ایسے شخص کی بات سننے سے بہت احتراز کیا ہے۔

ہمارے حاجی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے جب کوئی کسی کی شکایت کرتا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا تو فرماتے کہ خیر! اس شخص نے تو پیچھے ہی برا کہا۔ اور تو نے تو میرے سامنے اس جواب سے پھر اس کا حوصلہ آئندہ چغلی کھانے کا نہ پڑھتا۔ یہ عمدہ طریقہ ہے ورنہ اس کا آئندہ حوصلہ بڑھے گا۔

اور بعضے یہ سمجھ کر سن لیتے ہیں کہ ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ یہ ہرگز ماننے کے قابل بات نہیں۔ چغل خوری کی مثال تیر کی سی ہے کہ جب وہ کمان سے چھوڑا گیا تو کسی نہ کسی کے ضرور لگے گا۔

دیکھئے خود جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہؓ سے فرماتے ہیں، کسی کی شکایت نہ

---

(۱) قرآن وحدیث

کیا کرو "فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدور" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں چاہتاہوں کہ تمہاری جانب سے صاف دل رہوں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ سے بڑھ کر کون سلیم الصدور[1] اور قوی القلب[2] ہوسکتا ہے اور آپ منع فرماتے ہیں کہ شکایت نہ کیا کرو تاکہ میرے دل میں کسی کی جانب سے میل نہ ہو۔ تو دوسرا کون اس کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ چغلی سے متاثر نہ ہوگا۔ بعض لوگ شکایت سنتے ہیں اور کہہ دیا کرتے ہیں میاں ہم نے سن تو لی مگر اثر کچھ نہیں ہوا۔ میں کہتاہوں ضرور ہوا۔ اور یہ کہنا اس کی غلطی ہے کیا یہ اثر نہیں ہے کہ ایک منکر[3] میں آپ کو لطف آنے لگا۔ یہ تو سب برائیوں کی جڑ ہے۔ جب ایک بری بات میں آپ کو لطف آنے لگا ہے تو دوسری میں بھی آنے لگے گا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب باطل ہوجائے گا۔ اور کہیں وہ حالت نہ پیدا ہوجائے جس کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ فانہالاتعمی الابصارولکن تعم القلوب التی فی الصدور[4]۔ عقل کی بات یہ ہے کہ نفس جیسے اپنے دشمن پر اعتماد نہ کیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے مشفق اور دل سوز مربی پر اعتماد کیجئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کھٹکا بیان فرماتے ہیں کہ چغل خوری سے دل پر میل آجاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس میں ضرور یہ اثر ہے۔ اور اس کو نفس کا دھوکہ سمجھئے کہ ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ہر گناہ کی حالت سمجھئے کہ ان میں نفس کے کہنے سے کوئی بھلائی نہ سمجھئے۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کو اپنا معتمد علیہ قرار دیجئے اور ہر گناہ کو اپنے لیے مضر[5] سمجھئے اور ظاہر و باطن سب کو درست کیجئے۔ طاعت صرف اسی کا نام نہ سمجھئے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لی جیسے خدا تعالیٰ نے نماز کا حکم کیا ہے ایسے ہی باطنی امراض کے ازالہ کا بھی حکم کیا ہے جن کو آپ نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ سن لیا۔

---

(۱) صاف دل (۲) مضبوط دل والا (۳) گناہ کی بات (۴) (۵) نقصان دہ

حاصل وعظ

اب میں ظاہر و باطن کے علاج کا خلاصہ بتلائے دیتا ہوں جو میرے تمام بیان کا ماحصل ہے۔ ایک تو دل کو روکنا چاہئے کہ غصہ میں بے قابو نہ ہو جائے۔ غصہ کے برے نتائج بار بار یاد کرنے چاہئیں کہ غصہ نہ آوے۔ اور اگر غصہ آوے تو اس کی وہ تدبیر کرنی چاہئے جو میں نے آج بیان کی ہیں۔ اگر آپ تھوڑی ہمت سے کام لیں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوگی۔ اور بہت جلد آپ کا غصہ آپ کا تابعدار ہو جائے گا۔ اور ظاہر کی اصلاح یہ ہے کہ اعضائے ظاہری میں زبان کے گناہ بہت ہیں ہمت کر کے ان سے بچئے اور ان تدابیر سے کام لیجئے جو میں نے بیان کیں۔ خصوصاً غیبت سے زیادہ بچئے، اگر اس میں کامیاب ہو جائیں تو سمجھئے کہ زبان کے بہت سے گناہ چھوٹ گئے۔ اور جب زبان کی اصلاح ہو گئی تو سمجھ لیجئے کہ ظاہر کے بڑے حصے کی اصلاح ہو گئی۔ بس اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ توفیق دیں[1]

آمین یا رب العالمین۔

تمت بالخیر و بک نستعین۔

Composed by, A. A. Printers
291-kamran block
Iqbbal town Lahore
Phone. 042-5414386

(۱) محشی اسکی اولاد اور معاونین کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ خلیل احمد تھانوی

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ایماء پر قاری سراج احمد رحمہ اللہ کی قائم کردہ دین کی وہ عظیم درس گاہ ہے جو ۱۹۴۸ء سے مصروف خدمت ہے۔

اب یہاں الحمدللہ تجوید و قراءات کے ساتھ دورہ حدیث تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہورہی ہے۔ ادارہ کے نصاب تعلیم کو وفاق المدارس کے نصاب میں اس طرح مدغم کیا گیا ہے کہ طالب علم ثانویہ عامہ کے پہلے سال میں تجوید کی روایت حفص مکمل کرلے، ثانویہ خاصہ کے سال دوم کے اختتام پر اس کی سبعہ قراءات مکمل ہوجائیں اور عالیہ کے دوسالوں میں عشرہ قراءات مکمل کرلے۔ اس کے بعد عالیہ (دورہ حدیث) کا نصاب مکمل کرکے ایک طرف مکمل عالم بنے تو ساتھ ہی عشرہ کا بہترین قاری بھی ہو اور اس کو مدرسہ کی اسناد قراءات کے ساتھ وفاق المدارس کی سندات بھی مل جائیں۔

طلباء کو نظام الاوقات کا پابند کیا گیا ہے۔ جس میں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے۔ سونے، جاگنے، پڑھنے، کھانے، کھیلنے اور نماز کے اوقات متعین ہیں۔

طلباء کا داخلہ انٹرویو کے ذریعہ ہوتا ہے، ششماہی، اور سالانہ امتحانات تحریری لئے جاتے ہیں نیز سالانہ امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ہوتا ہے۔

درس نظامی کے لئے ۱۱، تجوید و قراءات کے لئے ۶، حفظ قرآن کے لئے ۱۲ اور ناظرہ قرآن کریم کے لئے ۳، اردو، حساب کے لئے ۳، اساتذہ کام کررہے ہیں اور ادارہ الحرف التحقیق میں ۳ علماء۔ اس طرح کل ۳۸ علماء و اساتذہ تدریسی و تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔

انتظامی امور کے لئے ۸، تعمیرات کے لئے ۲، مطبخ کے لئے ۷، چوکیدار ۶، مالی ۱، صفائی کے لئے ۴، مسجد کے لئے خطیب ۲، موذن ۲، کتب خانہ کے لئے ۲، یوں انتظامات و تعلقات کے لئے ۳۴ افراد کا عملہ مصروف خدمت ہے۔ گویا مجموعی طور پر انتظامی و تدریسی افراد کی کل تعداد ۷۲ ہے۔ جبکہ بہت کے فرائض اسی عملہ کی اضافی ذمہ داری ہے۔

طلباء کی تعداد درجات حفظ میں ۳۶۵، درجات ناظرہ میں ۱۷۰، تجوید و درس نظامی کے سال اول میں ۵۶، سال دوم میں ۴۵، سال سوم میں ۳۵، ثانویہ عامہ سال اول میں ۳۲، سال دوم میں ۹، ثانویہ خاصہ سال اول میں ۴، سال دوم میں ۱۴، عالیہ سال اول میں ۱۵، سال دوم ۰، موقوف علیہ میں ۶، دورہ حدیث میں ۹، قراءات سبعہ عشرہ میں ۱۰، تجوید للعلماء میں ۱۲، کل ۷۹۳ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ طلباء کی یہ تعداد شوال ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۵ء کی ہے۔

ان میں سے ۴۰۰ طلباء کے قیام و طعام، نقد وظیفہ، درسی کتب مہیا کرنے اور مفت معالجہ کی سہولت کی ذمہ داری دارالعلوم پر ہے۔

الحمد للہ درس نظامی کے سال اول سے اوپر تک تمام درجات کے اکثر طلباء حافظ قرآن ہیں۔

جامعہ کی اہم خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جامعہ کا جو طالب وفاق المدارس کے امتحان (پورے پاکستان) میں اول یا دوم پوزیشن حاصل کرتا ہے اس کو جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کی طرف سے درج ذیل خصوصی انعامات دیے جاتے ہیں۔

متوسطہ پانچ صد روپے نقد، ثانویہ عامہ ایک ہزار روپے نقد یا ایک ہزار کی کتب، ثانویہ خاصہ دو ہزار روپے نقد یا دو ہزار کی کتب، شہادۃ العالیہ تین ہزار روپے نقد یا تین ہزار کی کتب، شہادۃ العالمیہ پانچ ہزار روپے نقد یا پانچ ہزار کی کتب۔

جامعہ کی طرف سے ہر ماہ دینی معلومات پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ادارہ اشرف التحقیق میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب رحمہ اللہ اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء احکام القرآن کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد سے تین علماء تکمیل الفتاوی کی تدوین و ترتیب میں مصروف ہیں۔

ہر درجہ میں نماز ظہر سے قبل امت مسلمہ کے لئے روزانہ خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کا کوئی سفیر چندہ کے لئے نہیں ہے، نہ جمعہ وعیدین یا جلسہ کے اجتماعات میں چندہ کی اپیل کی جاتی ہے اور نہ ہی چندہ کے لئے مدرسہ یا مسجد میں کوئی بکس رکھا گیا ہے۔ البتہ جو احباب مدرسہ کو ماہانہ عطیات دیتے ہیں ان سے وصولی کے لئے محصل مقرر ہے۔ حکومت کے کسی ادارہ سے کسی قسم کی مالی امداد نہیں لی جاتی۔

اس وقت ماہانہ اخراجات تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے ہیں۔

یہ تمام مصارف محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے زکوۃ و صدقات اور عام عطیات سے پورے ہوتے ہیں۔

آپ بھی اس عظیم صدقہ جاریہ میں بھرپور حصہ لے کر اپنے والدین، اعزہ اور اولاد کے لئے ذخیرہ آخرت فراہم کیجئے۔

مشرف علی تھانوی شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

مرکزی درس گاہ۔ ۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸۔ فون:۔ ۵۴۱۴۳۸۶-۴۴۸۰۶۰

شاخ (۱) پرانی انار کلی چرچ روڈ لاہور ۴۔ فون:۔ ۷۳۵۳۷۲۸

شاخ (۲) ۲۴۔ اردو نگر نزد موڑ سمن آباد لاہور

شاخ (۳) دار الفلاح۔ عباس بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کا بینک اکاؤنٹ نمبر ۵۵۷ (یو۔ بی۔ ایل۔ لیک روڈ برانچ لاہور)